احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

پندرہ روزہ

احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لیے

پیغامِ صُلح لاہور

مدیر: چوہدری ریاض احمد

فون نمبر: 5863260 5862956

رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532

قیمت فی پرچہ -/10 روپے

Email: centralanjuman@yahoo.com

جلد نمبر 98 | 28 جمادی الثانی تا 27 رجب المرجب 1432 ہجری۔ یکم تا 30 جون 2011ء | شمارہ نمبر 12-11

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بد قسمت ہے، وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے

اے میری جماعت! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہو اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادت مند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو کہ تم خدا کو وحدہ لاشریک سمجھو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے، خدا اسباب کے استعمال سے منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینے اور غصّے سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ ہوتا۔ سو تم دل کے مسکین ہو جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کی آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر پہلو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا بناؤ اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہاری تک پہنچایا ہے سو اس پاک کلام کی قدر کرو اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راست بازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک موثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۱-۶۳)

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا

نوجوانانِ قوم سے خطاب

''میں ایک بات اپنے نوجوان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ لوگ احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔ احمدی جماعت دین کو دنیا میں پھیلانے، قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اپنی اس روایت کو کمزور نہ ہونے دو۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس دنیا میں نہیں۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے خدا انبیاء اور صلحاء کو کھڑا کرتا رہا ہے۔ دنیا میں اور بھی بے شمار کام ہیں۔ لیکن خدا اور کسی کام کے لئے انبیاء کو نہیں بھیجتا۔ سو ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ اس زمانے میں جبکہ مسلمانوں نے تبلیغ دین کے کام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو دین پھیلانے کے لئے چن لیا ہے۔ جہاں ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ وہاں عاجزی اور گریہ کا مقام بھی ہے کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے بلند لوگوں کو چنا تھا اس کے لئے اس زمانے میں ہم ناکارہ اور نالائق لوگوں کو موقع دیا ہے۔ سو خدا سے توفیق مانگو کہ تم اس کسوٹی پر پورے اترو۔۔۔۔ میں پھر اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ اپنی قوم کی روایات کو زندہ رکھو۔ اسلامی اخلاق و آداب کی پابندی کرو۔ قرآن کو پڑھو، سنو، اس پر غور اور عمل کرو۔ اسلامی احکام کے احترام کو اپنا شعار بناؤ۔ ایک دن آئے گا کہ تم اپنے ایک ایک بزرگ کے جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے۔ تمہارے پیچھے آنے والے تمہارے جسموں سے بھی یہی کریں گے۔

اے میرے نوجوان دوستو! میں تمہیں بڑی تاکید کے ساتھ یہ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے بزرگوں کے جسموں کے ساتھ کہیں اپنی روایات کو دفن نہ کر دینا۔ ان کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا۔ تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ قوم مرتی چلی جاتی ہے''۔ (پیغام صلح، ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء)

حضرت لقمانؑ کی نصیحت میں بچوں کی اخلاقی اور سماجی تربیت کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے

سماجی یکجہتی اور باہمی تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے والدین کا عزت واحترام بنیادی عنصر ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 15 اگست 2009ء، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

میں نے آپ کے سامنے سورۃ لقمان کی آیات تلاوت کیں۔ ان کا انتخاب اس لئے میں نے کیا گیا ہے کہ آج تربیتی کورس میں بچے اور نوجوان شامل ہیں۔ مذکورہ آیات میں یہ ایک شفیق باپ کی نصیحت ہے جو اس نے اپنے بچے کو کی ہے۔ خدا کے برگزیدہ نبی کی نصیحت کو تمام بچے اور بڑے غور سے سنیں کہ اس میں انتہائی مفید حقیقتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بچے یہ دس نصیحتیں جو حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کیں ان کو غور سے سنیں اور دیکھیں کہ واقعی یہ دس پوری ہیں کہ نہیں۔

ان آیات کا ترجمہ بیان القرآن میں حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے: ''اور ہم نے لقمان (علیہ السلام) کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر کرے، اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنی جان کی بھلائی کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔ اور جب لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اسے نصیحت کرتا تھا۔ اے میرے بیٹے، اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا کہ شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے حق میں تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس کی ماں ضعف پر ضعف کی حالت میں اسے اٹھاتی ہے اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ میری طرف انجام کار آنا ہے۔ اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کی بات نہ مان اور دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دے۔ اور اس کے رستہ کی پیروی کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے پھر میری طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے۔ سو میں تمہیں بتاؤں گا جو تم عمل کرتے تھے۔ اے میرے بیٹے! اگر وہ عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اللہ اسے لائے گا۔ اللہ باریکیوں سے واقف، خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے نماز کو قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر۔ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے بے رخی نہ کر اور نہ زمین میں اکڑتا ہوا چل۔ اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، شیخی خورہ کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو نیچا رکھ۔ یقیناً سب آوازوں سے بری آواز گدھے کی آواز ہے'' (31:12-19)

مجھے امید ہے بچوں نے غور سے ایک نبیؑ کی نصیحت کے الفاظ کو سنا اور کچھ نے اس کو لکھا بھی ہوگا۔ اس میں تقریباً دس نصیحتیں اللہ تعالیٰ نے ہم تک پہنچائی ہیں۔ قرآن کریم کے ذریعہ ایک ایسے برگزیدہ نبی جن کا نام لقمان علیہ السلام تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحتیں کیں اور جیسے کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ وہ نصیحت کیا کرتے تھے۔ یہ پوری نصیحت انہوں نے ایک لمحے میں کر دی ہو یا وہ بار بار کرتے رہتے تھے۔ قرآن کریم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وہ حکموں سے بھرا پڑا ہے۔ بار بار اس حکم کا ذکر آتا ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ اسی طرح دونوں طرح ممکن ہوسکتا ہے قرآن مجید میں انسان کی اخلاقی اور سماجی مسائل کے بارے

میں بار بار نصیحت آتی رہتی ہے۔اسی لئے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ دس نصیحتیں کیں لیکن نصیحت اور رہنمائی کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ایسا نہیں ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت سے والدین چھوٹی چھوٹی باتوں پر نصیحتیں کرتے رہتے ہیں۔ماں باپ بچوں کے جوان ہونے تک ہر موڑ پر نصیحتیں اور رہنمائی مختلف انداز میں کرتے رہتے ہیں۔ان کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ آپ ایک اچھے انسان بن جائیں۔انسان اور دیگر مخلوقات میں ایک نمایاں فرق ہے مثال کے طور پر گدھے کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے دشمنوں کو ٹانگیں مارنا شروع ہو جاتا ہے۔سانپ کا بچہ پیدا ہوتے ہی ڈسنا شروع ہو جاتا ہے لیکن انسان کا بچہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔اپنی مرضی سے نہ تو کروٹ بدل سکتا ہے نہ منہ میں کچھ ڈال سکتا ہے اس لحاظ سے وہ اپنی پرورش میں ہر لحاظ سے محتاج والدین کا ہے۔اسی طرح بچہ جب ذرا بڑا ہوتا ہے تو اس کے سکول جانے کے لئے ماں باپ فکرمند ہو جاتے ہیں تاکہ تعلیم کا سلسلہ قائم کیا جائے۔پھر دینی تعلیم کے لئے بھی وہ کوشش کرتے ہیں۔اپنے ساتھ اس کو مسجد میں لے جاتے ہیں اور قرآن مجید سکھانے کا خاص خیال رکھتے ہیں۔آپ ذرا غور کریں تو پیدائش کے ساتھ ہی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ایک والد کی نصیحت کے سلسلہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر آتا ہے لیکن غور کا مقام ہے کہ کیا یہ محض ایک شخص ہیں یا پھر صرف ایک نبی ہیں لیکن قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ ''اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی'' اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔اس آیت میں لفظ ولقد الہیٰ تربیت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔یہ نبیوں کا سلسلہ ہے اور انہی میں سے حضرت لقمانؑ بھی تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ شخص گیارہ سو سال قبل مسیح مبعوث ہوئے آج کل اس علاقہ کو ''اتھوپیا'' کہا جاتا ہے۔یہ حکمت کی باتیں، یہ تمام نصیحتیں وہ اپنے بچے کو سمجھاتے ہیں۔اتھوپیا افریقہ میں ایک ملک ہے۔اس وقت وہاں سخت بدحالی اور معاشرتی پستی ہوگی۔حالات کو بدلنے اور ترقی حاصل کرنے کے لئے دوسری باتوں کے علاوہ لوگوں کو صبر کی ہمت اور اللہ پر بھروسہ کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔کسی دین اور طرز زندگی پر قائم رہنے میں صبر کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔آج کل ہم احمدیوں کو ہر طرف سے آزمایا جارہا ہے تو ہمیں بھی صبر کی ضرورت ہے۔حضرت لقمانؑ کے ماننے والوں نے غلامی کی حالت میں کمال صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔اور سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرکے ایک مثالی معاشرہ کو جنم دیا۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی کہ میری نصیحت پر عمل کرتے رہنا۔لوگوں کو غلامی سے آزاد کردینا۔پھر اس قوم کو حضرت داؤد علیہ السلام کی رہنمائی حاصل ہوئی۔انہوں نے ان کو اپنا سربراہ تسلیم کیا اور دنیاوی اور روحانی میدان میں ایک امتیازی حیثیت حاصل کرلی۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر اور پاکبازی کا امتحان پاس کرنے کے بعد جب قید سے باہر نکلے تو ان کو بادشاہِ وقت نے خزانہ کی اہم ذمہ داری سونپی۔انبیاء جو نصیحت کرتے ہیں۔وہ محض کہانی نہیں ہوتی اس میں ایک کامیاب زندگی کے لئے رہنمائی کی سنہری باتیں ہوتی ہیں۔

ان پانچ چھ آیتوں میں نصیحت کی جن باتوں کا ذکر ہے ان کو غور سے سنیں اور ان پر عمل کریں اور پھر آپ ایسی شخصیت بن سکیں گے جیسے کہ حضرت لقمان علیہ السلام لوگوں کو بننے کی تلقین کررہے ہیں یا اور تمام انبیاء اور دوسرے بڑے لوگ صبر کی بھٹی میں سے گذر کر ہی ایک ہی امتیازی معیار تک پہنچے جب انہوں نے اللہ کے احکامات پر عمل کیا اور پھر اس کی رضا مندی حاصل کرکے اللہ کے قریب ہوگئے۔

حضرت لقمان علیہ السلام ایک برگزیدہ نبی تھے اور یہ نصیحتیں ان کی اپنے قوم کے لئے تھیں لیکن آج بھی اس نصیحت کی اتنی ہی اہمیت اور ضرورت ہے۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت اس کی کتنی ضرورت تھی لیکن اس وقت ہمارے معاشرہ کو ان کی بے انتہاء ضرورت ہے۔

سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ یعنی اللہ کو ایک مانو۔لاالہ الا اللہ کی تعلیم ایک رنگ میں پہلے تمام نبیوں کی تعلیم تھی۔ہم دیکھتے ہیں کہ شریک ٹھہرانا صرف پتھروں کو پوجنا، جانوروں کو پوجنا یا قدرتی مناظر کو پوجنا ہی نہیں بلکہ اس میں اللہ کے سوا کسی اور کو بطور خدا سمجھ کر پوجنا بھی شامل ہے۔دنیا میں چار ہزار دو سو مذاہب ہیں۔ان میں سے ہر ایک کے ماننے والے خدا کے سوا کسی نہ کسی شے کی پوجا یا عبادت کرتے ہیں اور بعض تو خود انسان کو شریک ٹھہراتے ہیں۔لیکن سب سے بڑا شریک جو انسان ٹھہراتا ہے وہ اس کا اپنا نفس ہوتا ہے۔نفس کی خواہشات کی جب وہ پوجا کرنے لگ جاتا ہے تو وہ انتہاء درجہ کی فرعونیت کا

شکار ہو جاتا ہے اور خود غرضی میں انسانیت سوز حرکات کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی لئے سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے۔۔۔ وہ ایک بھاری گناہ اور افترا کرتا ہے (78) اور پھر آیت (116) میں اس کو انتہاء درجہ کی گمراہی کہا گیا ہے۔

حضرت مولانا نورالدین رحمتہ علیہ نے فرمایا: کہ آپ کسی چیز، کسی انسان سے ایسی محبت کر بیٹھیں جو اللہ کی محبت سے اوپر ہو جائے تو وہ بھی شرک ہو جاتا ہے ۔ حضرت مولانا نورالدینؒ نے اپنی تفسیر میں جس شرک کی طرف اشارہ کیا ہے اس پر ہم سب کو غور کرنے اور فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں: ''اگر اذان ہو اور اس کو آپ اپنے کانوں سے سن بھی لیں اور پھر بھی آپ نماز کے لئے نہ جائیں تو جس چیز کی وجہ سے آپ رک پڑے ہیں تو ایک رنگ میں آپ نے خدا کے ساتھ اس کو شریک بنایا''۔ اسی طرح اگر آپ پڑھائی میں لگے ہوئے ہیں اور آپ کو **حی علی الصلوۃ** کی آواز آ رہی ہے تو پھر آپ کی پڑھائی آپ کے سامنے شرک روک بن رہی ہے۔ تو چاہے کرکٹ چل رہی ہے، چاہے پڑھائی چل رہی ہے، **حی علی الصلوۃ** کا مطلب ہی یہ ہے کہ کامیابی کی طرف آ جاؤ۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ ادھر آ جاؤ اور آپ کا دل کہتا ہے کہ تھوڑا سا فٹ بال کھیل لوں، کھانا کھا لوں یا پڑھائی کر لوں۔

دوسری اہم نصیحت والدین کے حقوق کے متعلق ہے۔ پہلے والدین کا کہا ہے اور پھر ماں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ماں کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ ماں ہی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے جس نے ہمیں دودھ پلایا ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ماں کی خدمت کے بارے میں تین دفعہ تاکید کی ہے کہ ''ماں کی خدمت کرو'' پھر چھوتھی بار باپ کا ذکر کیا کہ ''باپ کی خدمت کرو''۔

اور تیسری بات جس کا اس نصیحت میں ذکر ہے، نماز ہے۔ دیکھیں خدا اور والدین کے بعد نماز آتی ہے۔ پھر چوتھا نیکی کا حکم دینا اور پانچواں برائی سے روکنا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو ہماری جماعت کے ذمہ بھی یہی اہم کام ہے'' کہ آپ نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو''۔ اس لئے اگر آپ نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے نہیں روکتے چاہے تبلیغ کے ذریعہ، اپنے عمل کے ذریعہ تو پھر ہمارا ایک علیحدہ جماعت ہونا اور لوگوں سے گالیاں کھانا بے مقصد سا ہو جاتا ہے۔ آپ کو اچھا نمونہ بن کر دکھانا پڑے گا تاکہ لوگ کہیں کہ دیکھو یہ احمدی بچہ ہے۔ دیکھیں اس میں کتنی خوبیاں ہیں اس کا ماحول کیسا ہے۔ کیونکہ جیسے نماز پڑھتے ہوئے جو لمبے سجدے کرتا تھا تو لوگ فوراً کہہ اٹھتے کہ یہ ضرور احمدی ہوگا۔ احمدی خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے ہیں۔ توجہ سے نماز پڑھتے ہیں۔

چھٹی نصیحت صبر کرنا ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے کتنا صبر کیا ہے ایک آدمی مسجد کے باہر کھڑے ہو کر گالیاں دیتا تھا اور آپ مسجد کے اندر چپ چاپ کھڑے ہو کر سنتے رہتے تھے کچھ نہیں کہا اور آگے سے شرافت سے صرف اتنا کہا کہ اگر کچھ اور بھی کہنا ہے تو وہ بھی کہہ لیں۔ روایت ہے کہ آدمی کا پتھر دل پگھل گیا اور اس نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ آپ کے اچھے نمونے سے وہ جماعت میں شریک ہوا۔ آپ ہزار بتاتے رہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، حضرت مرزا صاحب کو ہم مجدد مانتے ہیں لیکن جب تک آپ کا نمونہ اچھا نہ ہوگا تو تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اس لئے آپ کوشش کریں کہ آپ کے اندر غرور نہ آئے۔ جو اچھی چیز ہے اس کو نظر انداز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت قرآن مجید میں ریکارڈ کر کے اس بات پر زور دیا ہے کہ اپنے والدین کا حکم مانو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ان کا وہ حکم نہیں ماننا کہ جو آپ کو شرک کی طرف لے جائے جو آپ کو دین سے دور لے جائے۔ والدین کی خدمت اور دین سے اخلاص دونوں کی اہمیت کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام جو نصیحت اپنے بچے کو کر رہے تھے کہ شرک نہیں کرنا، والدین کی عزت کرنا، نمازیں باقاعدگی سے ادا کرنا، نیکیاں کرنا، برائیوں سے بچنا، صبر کرنا، بے رخی کے رویہ کو ترک کرنا یہ تمام وہ خصوصیات ہیں جن کی تربیت ایک اچھے انسان اور اچھے معاشرے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام بچے اور نوجوان ان اخلاقی اور سماجی خصوصیات کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ ہر گھر اور مجموعی طور پر معاشرے میں امن و سلامتی پروان چڑھ سکے۔

اس پر میں اپنا خطبہ ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کم از کم ان دس نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن کا بطور خاص حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بچے کو کیں۔ انبیاء کی نصیحتیں صرف ایک شخص تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ وہ ساری امت کے لئے ہوتی ہیں۔

اسلام کا غلبہ علم وعمل سے ہے نہ کہ تشدد سے

خطبہ جمعہ فرمودہ عامر عزیز الازہری

بمقام جامع دارالسلام

میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآن کریم کی سورۃ القلم کی پہلی چند آیات تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

''اللہ تعالیٰ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے ○ دوات (گواہ ہے) اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں ○ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ○ اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا ○ اور تو یقیناً بلند اخلاق رکھتا ہے ○ سو تو دیکھ لے اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون ہے'' ○ (1.6)

یہ سورۃ اور اس کی چند آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان کا تعلق آج کے دور سے آج کے اس زمانے سے اس قدر گہرا ہے کہ شاید اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ اس میں رسول کریم صلعم کی سچائی اور آنحضرت صلعم کی لائی ہوئی تعلیم اور اس کے غلبہ کا اللہ تعالیٰ نے خاص ذکر کیا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قسم جس چیز کی کھائی ہے وہ ہے ن والقلم۔ دوات گواہ ہے اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کی قسم کھاتا ہے کہ قلم اور دوات جو دونوں ہی علم کو Represent کرتی ہیں۔ یا وہ چیزیں جن سے علم پھیلے گا یا وہ جن سے نئے نئے علوم ترقی کریں گے وہ قلم اور دوات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھا کر یہ کہتا ہے۔

اے رسول صلعم آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں یعنی آپؐ کی باتیں جس کو آج یہ لوگ (نعوذ باللہ) ایک دیوانے کی باتیں سمجھتے ہیں آج ان کو یہ ایک مجنوں کی باتیں نظر آتی ہیں لیکن جوں جوں علوم ترقی کرتے جائیں گے جتنا زیادہ علم آگے بڑھے گا جتنے زیادہ سائنسی علوم ترقی کریں گے تو آپؐ لائی ہوئی باتیں آپؐ کا لایا ہوا علم، اور آپؐ کے لائے ہوئے تمام احکامات، ان کی سچائی اور ان کی حقیقت ان لوگوں پر کھلتی چلی جائے گی۔ خود یہ علوم تیری سچائی کو ظاہر کر دیں گے۔ جو بات آج آپ کر رہے ہیں اور جس کو یہ ایک دیوانے کی بڑ سمجھتے ہیں۔ یہ علوم سچے ثابت ہو جائیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید نے جو یہ اتنا بڑا Challange کر دیا کہ وہ وقت آئے گا جس وقت علوم اس بات کے گواہ ہوں گے کہ رسول کریم صلعم نے جو کچھ فرمایا وہ صحیح اور سچ ہے۔ آیا ایسے ہوا یا نہیں۔

قرآن مجید نے آج سے 1400 سو سال پہلے جو concept پیش کیا وہ یہ تھا: ''ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا'' اب عرب کے رہنے والے صحرا کے رہنے والے بدوؤں کے لئے یہ concept سمجھنا مشکل تھا۔ وہ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے کہ ایک شخص کی لائی ہوئی کتاب یہ کہتی ہے کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا جبکہ ان کو ایسا نظر نہ آتا تھا کہ پانی سے چیزیں پیدا ہوتی ہیں لیکن آج جب سائنس نے اتنی ترقی کی۔ علوم اتنے ترقی کر گئے کہ تو سائنسدانوں نے کہا کہ ''زندگی کا آغاز پانی سے ہوتا ہے'' تو قرآن مجید نے جو اس بات کی قسم کھائی تھی کہ جب علوم ترقی کریں گے تو رسول کریم صلعم کی صداقت اور آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم کی صداقت لوگوں پر عیاں ہو جائے گی۔ آج سائنس نے صدیوں بعد scientifi Research کی تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زندگی کا آغاز پانی سے ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید نے رسول کریم صلعم کے ذریعے یہی تصور چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کو دیا اور آج علم نے اس کو ثابت کر دیا۔ آج اگر ہم دیکھیں تو وہ کون لوگ تھے جو آپؐ کو مجنوں کہتے تھے دراصل وہ اپنے جنون میں جو خود اس بات کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔

پھر اسی طرح قرآن مجید میں سورۃ التکویر میں آتا ہے:

''جب اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی'' تو یہ ایک فطرتی بات تھی کہ عرب کے رہنے والے لوگوں کے لئے اس concept کو بھی سمجھنا بہت مشکل تھا کہ یہ شخص

کیا بات کر رہا ہے کہ یہ اونٹنیاں جوان کے لئے B.M.W کی حیثیت رکھتی ہیں جو ان کے لئے سب سے بڑا آمدورفت کا ذریعہ تھیں۔ یہ شخص کہتا ہے کہ یہ ساری کی ساری بیکار ہو جائیں گی، ان سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔ ان کا کام کچھ نہیں ہوگا۔ آج کا سائنسدان یہ پیشگوئی کر لے یا ہم خود بیٹھ کر یہ تصور کریں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ گاڑیاں ہوا میں اڑنا شروع ہو جائیں گی تو ہم ایسا کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہم نے ان گاڑیوں کو چلتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ ہوائی جہازوں کو اڑتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ آج ہم ایک اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ایسا ہوگا لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے بلکہ آج سے تین سو سال پہلے جب ابھی کوئی چیز ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت ایک شخص کا یہ کہنا کہ ''یہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی'' وہ اس وقت لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل تھا۔ لیکن علوم نے جب ترقی کی تو آج وہ اونٹنیاں بیکار ہو کر رہ گئیں۔ اب ان اونٹنیوں کا عرب کے لوگوں کے لئے سوائے کھیل تماشے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رہ گئی۔ کوئی مال برداری کا کام ان سے نہیں لیا جاتا۔ تو رسول کریم صلعم کو جو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ علوم اس بات کی گواہی دیں گے کہ جو کچھ آپؐ فرما رہے ہیں یہ مجنوں کی بات نہیں۔ آج جب علم ترقی کر گیا تو رسول کریم صلعم کی وہ حقانیت اور سچائی وہ ہمارے سامنے عیاں ہوتی گئی اور ہوتی جا رہی ہے۔ پھر اسی طرح سورۃ التکویر میں دوسری جگہ آتا ہے: ''جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی'' تو یہ بھی اس وقت کے لوگوں جو نبی کریم صلعم کے منہ سے یہ سنتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ ہم پتھروں پر تحریریں لکھتے ہیں، درختوں کے پتوں پر ہم لکھتے ہیں اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ کتابیں پھیل جائیں گی۔ تو یہ بھی ان کے لئے سمجھنا بہت مشکل تھا۔ وہ لوگ اس کو مان ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ اُس زمانے میں ان کو ایک مجنوں کی بات ہی نظر آتی تھی۔ کہ کتابیں پھیل جائیں گی لیکن آج جب Printing Press آ گیا تو ہمارے لئے اس کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہ گیا۔ چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی جانتا ہے۔ آپ اگر دیکھیں تو کتابیں پوری دنیا میں پھیل گئی ہیں روزانہ ہزار ہا اخبارات دنیا میں شائع ہوتے ہیں۔ روزانہ ہزار ہا کتابیں شائع ہوتی ہیں ہر ایک علوم کے متعلق۔ سائنس، ٹیکنالوجی، میڈیسن ہو یا لٹریچر ہو ہر روز ایک نئی سے نئی کتاب آتی ہے اور پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ اور اب تو انٹرنیٹ کا زمانہ آ گیا تو وہ کتابیں جو پہلے کتابی شکل میں تھیں اب وہ آسمان میں پھیل گئیں۔ وہ ساری کی ساری کتابیں آپ کے گھروں میں آ جاتی ہیں۔ آپ صرف کمپیوٹر پر بیٹھ کر بٹن دبائیں تو یہ کتابیں آپ کے سامنے آ جائیں گی۔

رسول کریم صلعم جو بات بیان فرما رہے تھے وہ آج کے دور میں وضاحت سے ثابت ہو رہی ہے پھر اسی طرح قرآن مجید میں اسی سورۃ میں آتا ہے ''جب سمندر خشک کر دیئے جائیں گے'' یہ تصور بھی ان لوگوں کے لئے سمجھنا بہت مشکل تھا وہ یہ کہتے تھے کہ سمندر ان کے سامنے موجود ہے اور یہ شخص یہ کہہ رہا ہے کہ ایک وقت آ جائے گا کہ یہ سمندر خشک ہو جائے گا اس سے اور کچھ کام لے لیا جائے گا۔

میں نے ہالینڈ جا کر دیکھا کہ کس طریقے سے انہوں نے سمندر کو خشک کر کے اسی سمندر پر اتنا بڑا شہر بسا دیا کہ آپ بھی یقین ہی نہیں کر سکتے کہ یہاں پر سمندر تھا۔

قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب یہ علوم ترقی کریں گے۔ تو تیری حقیقت، تیری سچائی لوگوں کے سامنے آ جائے گی آج ہمیں وہ اس طرح نظر آتی ہے۔ پھر اسی طرح آج سے سو سال پہلے یا اس سے تھوڑا سا اور پہلے چلے جائیں تو کہیں پر ہمیں globle village کا کوئی تصور نظر نہیں آتا۔ کوئی شخص globle village کے نام سے واقف نہیں تھا۔ لیکن قرآن مجید کی سورۃ التکویر میں اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے یہ فرمایا: ''اور جب لوگ باہم ملا دیئے جائیں گے''۔ اب یہ بھی ایک ایسا تصور تھا جو لوگوں کے لئے سمجھنا بہت مشکل تھا۔ چودہ سو سال پہلے کا انسان کبھی اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ ایک شخص کو دوسری جگہ جانے کے لئے ہزار ہا میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا اور کئی کئی سال وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچنے میں لگا دیتے تھے۔ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ نہیں لوگ آپس میں مل جائیں گے۔ لیکن آج ہم جب دیکھتے ہیں تو وہ گلوبل ویلج ہمارے سامنے نظر آتا ہے۔ یعنی رسول کریم صلعم نے جو کہا تھا کہ لوگ آپس میں مل جائیں گے تو آج آپ دیکھ لیں کہ آپ اس وقت یہاں ہیں۔ ایک فلائٹ کے ذریعہ سے یہاں سے آٹھ گھنٹے کے بعد ایک دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس سے آٹھ گھنٹے کے بعد آپ ایک اور دنیا میں چلے جاتے ہیں۔ لوگ آپس میں مل گئے۔ باہم ملا دیئے گئے۔

اور پھر آگے آتا ہے کہ یقیناً تیرا اجر ہے وہ ہمیشہ کے لئے قائم ودائم ہمیشہ کے لئے جاری وساری رہے گا۔ یہاں اگر آپ دیکھیں تو اسلام کے غلبہ کی جو بات اللہ تعالیٰ

بیان کرتا ہے وہ جہاد بالسیف کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ علوم جب ترقی کریں گئے تو رسول کریم صلعم کی سچائی اور رسول کریم صلعم کا لایا ہوا دین اور آپؑ کی لائی ہوئی باتوں کو لوگ سمجھ جائیں گے۔ یہ موضوع میں نے اس لئے بھی چنا ہے کہ ہمارے ہاں اگر آپ دیکھیں تو خود مسلمانوں کے اندر اور باہر کی دنیا میں اسلام کے خلاف ایک پوری مہم چل رہی ہے۔ مخالفین اسلام اس لئے مخالفت کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں کوئی سچائی کی روح نہیں۔ اور ایک ایسا مذہب ہے جو صرف دہشت گردی پھیلاتا ہے۔ لیکن یہ کہا کہ جو لوگ علم کی طرف آجائیں گے علوم کو حاصل کریں گے وہ اس کی حقیقت کو بھی سمجھ لیں گے۔ ایک امریکن writer نے ایک کتاب لکھی ہے Stones into the School اور یہ سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب ہے۔ اس کی بھی بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ جس کے بارے میں آپ پڑھ سکتے ہیں۔ ہمارے صدر پاکستان نے اس کو ستارہ پاکستان یعنی ایک بڑا ایوارڈ بھی دیا ہے۔ اس شخص نے پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور افغانستان کے ان مقامات پر جہاں پر گاڑی نہیں جاسکتی اور صرف آپ گھوڑوں پر جاسکتے ہیں ان علاقوں میں اس نے بہت سے اسکول بنائے ہیں اور اس کتاب میں اس نے اپنی فلاسفی بیان کی ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا وہ ایک لمبی کہانی ہے۔ یہ شخص ''کےٹو'' سر کرنے کے لئے گیا اور وہاں سے واپسی کا راستہ بھول گیا اور ایک ایسے گاؤں میں پہنچ گیا جہاں پر بچے صرف کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کررہے تھے۔ ایک بچی نے اس سے وعدہ لیا کہ تم ہمارے لئے اسکول بناؤ گے اور پھر اس کے بعد اس نے امریکہ واپس جاکر مختلف جگہوں سے فنڈز اکٹھے کرکے اپنی ایک تنظیم بنائی جس نے ان علاقوں میں سو سے زیادہ سکول بنائے۔ اس شخص نے جو یہاں آیا اور جس طریقے سے اس نے اسلام کو اور جہاد کو سمجھا ہے وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ یعنی آپ دیکھیں کہ جو بات ہمارے علماء کو سمجھ نہیں آسکی۔ افسوس کے ساتھ وہ ایک ایسے شخص کو سمجھ آجاتی ہے جب وہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ اسلام میں جہاد سے یہ قطعاً مراد نہیں ہے کہ آپ اپنے دشمنوں کو مارنا شروع کردیں۔ بلکہ جہاد سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو کس طریقے سے مکمل انسان بناتے ہیں۔ اور آپ اپنی سوسائٹی کو کس طریقے سے بہتر بناتے ہیں۔ یہ اس جہاد کا مقصد ہے اور یہ جہاد کا مقصد Greg Mortenson کو سمجھ آجاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے اپنے علماء اور ہمارے اپنے بھائیوں کو سمجھ نہیں آتا۔

اس زمانے کے امام نے جو سب سے پہلی بات مسلمانوں کو سمجھانے کی کوشش کی تھی وہ یہی تھا کہ جہاد کے تصور کو جو تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تم لوگ مسلمانوں کو ایک خطرناک سچویشن میں لے کر جاؤ گے۔

اور ہمارے علماء نے وہی کیا کہ آج اتنے لوگوں کو مصیبت میں ڈال کر بھی سمجھ نہیں آئی کہ اسلام میں جہاد کا کیا تصور ہے۔ اس کتاب میں اس نے ایک بڑا خوبصورت واقعہ بیان کیا ہے۔ ایک شخص جو کہ طالبان کے ساتھ چلا گیا مگر وہاں جاکر جب اس کے ذہن میں تبدیلی آتی ہے تو بندوق رکھ دیتا ہے اور بچوں کو سکول میں پڑھانا شروع کردیتا ہے۔

وہ اس تبدیلی کو ''One of the heapiest day of my life'' کہتا ہے اور یعنیسب سے خوش قسمت ترین دن اس کی زندگی کا وہ تھا جب اس نے قلم سنبھالی'' میں نے اپنی گن زمین پر رکھ دی اور ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی اور اپنا قلم اپنے ہاتھ میں لے لیا'' اس نے سوچا کہ یہ وہ جہاد ہے جس کے لئے اللہ اسے بلا رہا ہے۔ یہی تصور ہے جہاد کا۔ یہی وہ اسلام کا تصور تھا جو کہ اس زمانے کے امام نے سو سال پہلے دیا کہ ''اس قلم کو اپنے ہاتھ میں پکڑو'' علم کو اپنے ہاتھ میں لو علم کے ذریعے سے تم دنیا پر کامیابی حاصل کرسکتے ہو۔ گن کے ذریعے سے آپ کو کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ جتنا علم ترقی کرتا جائے گا اتنا ہی رسول کریم صلعم کی حقانیت لوگوں پر ظاہر ہوتی جائے گی۔ حضرت مرزا صاحب نے کیا کہا۔ یہ نہیں کہا کہ مجھے ماننا شروع کردو بلکہ کہا کہ رسول کریم صلعم کی تعلیم کی طرف توجہ کرو۔ رسول کریم صلعم جو تعلیم لائے ہیں اس کے غلبہ کے لئے تم لوگ کوشش کرو اور یہ کہا کہ Take pen in your hand۔ سب سے پہلا شخص جس نے قلم کے جہاد کی بات وہ اس زمانے کے امام نے کی۔ اور آج ایک امریکن مسلمانوں کو یہ سمجھا رہا ہے کہ دیکھو یہ جہاد کا تصور ہے۔

یہی ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے علوم کی طرف توجہ ہٹا دی ہے۔ پھر دوسری آیت میں رسول کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تو یقیناً بلند اخلاق رکھتا ہے''۔ تیری فتح صرف علم کے ذریعہ سے نہیں ہوگی۔ صرف علم کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ تیرے اخلاق کی وجہ سے تیرے عمل کی وجہ سے تو فوقیت رکھتا ہے۔ یہ تمہارے لئے فتح، تمہارے لئے غلبہ لے کر آئیں گی۔ آپؐ نے اس عمل کے ذریعے سے دنیا میں تبدیلی پیدا کی۔ جب تک ہم رسول کریم صلعم کی تعلیمات پر عمل نہیں کرلیں گے ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔

اس لئے حضرت عائشہؓ سے جب پوچھا گیا کہ رسول کریم صلعم کے اخلاق کیا تھے تو انہوں نے فرمایا: ''آپ کے اخلاق قرآن تھے'' پھر خود آپؐ فرماتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں تا کہ میں اخلاق کی اعلیٰ تعلیم اور اس کی بلندیوں تک پہنچا دوں۔ اگر ہمارے اندر وہ اخلاق نہ آئے اور ہم نے عمل نہ کیا تو صرف اور صرف علوم ہمارے لئے کافی نہیں۔ اس لئے ہمیں ان دونوں چیزوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے جہاں علم ہے وہ عمل ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر بیان کیا ایمان لانے والے ساتھ ہی کہا کہ وہ نیک عمل کرنے والے۔ دونوں چیزوں کے ساتھ کامیابی منسلک ہے۔ صرف ایک چیز سے کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ رسول کریم صلعم کی سچائی تو دنیا کے سامنے آئے گی۔ اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ علوم خود بخود دان کی اس سچائی کو ظاہر کریں گے۔ لیکن صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہم اس میں کتنا حصہ لے سکتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہم رسول کریم صلعم کے دین کے لئے کیا کام کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے اپنے راستے ہیں وہ ہمارا محتاج نہیں۔ ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ علوم حاصل کریں۔ اور آپ کی اس جماعت کا بنیادی مقصد وہ یہی ہے کہ آپ تعلیم حاصل کریں علم کو پھیلائیں اور رسول کریم صلعم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اسے لوگوں تک پہنچائیں۔ ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم علوم کی طرف توجہ دیں۔ رسول کریم صلعم نے جو ہمیں تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ علم حاصل کرو اور اپنے اخلاق کے ذریعے سے اس علم کو دنیا کے سامنے پیش کرو تو کامیابی یقیناً آپ کے سامنے آئے گی اور اگر ہم نے نہ کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں کوئی اور قوم کھڑی کر دوں گا۔ تمہاری ضرورت خدا تعالیٰ کو نہیں رہے گی۔ ہم نے بہت بڑا بوجھ اپنے اوپر لیا ہے۔ ہم نے ایک بہت بڑا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ ہم تیرے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم تیرے دین کو دنیا پر پھیلانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں لیکن اگر ہم نے خود دین کو نہ سمجھا تو ہم دوسروں کو پیش کرنے کے قابل کیسے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ دین کی تعلیم حاصل کریں اور دنیا تک قرآن کو پہنچائیں۔ یہی آپ کی اور ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہیے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہم اس مقصد سے ہٹ تو نہیں گئے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑ کر ہم اسے چھوڑ تو نہیں بیٹھے۔

☆☆☆☆

''پیاسی زندگی کو شاداب بنانے کے لئے چند روحانی پیغامات''

انگریزی سے ترجمہ: محترمہ نصرت مبارک احمد صاحبہ

معاف کر دینا

معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ گرچہ مجرم کو ہر بات پر معاف کرنا بھی جائز نہیں۔ ہمارے ذہن میں ہمیشہ مجرم کی بھلائی اور ہدایت مدّ نظر ہونی چاہیے۔ معاف کرنا صرف اس صورت میں ہونا چاہیے جب مجرم اپنے جرم کو معمولی یا ہماری بزدلی نہ سمجھے۔ دشمن کے ساتھ بلا وجہ برائی کرنا غلط ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے: ''میانہ روی بہترین ہے۔ تا کہ ہمارے اندر ذمہ داری بڑھے اپنے معبود کی معافی کی طرف جلد بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو اپنے فرائض بہ احسن نبھاتے ہیں۔ جو تنگی اور کشادگی میں خدا کی راہ میں خرچتے ہیں، غصّے کو دبانے والے اور معاف کرنے والے۔ اور خدا بھلائی کرنے والے (دوسروں سے) کو پسند کرتا ہے'' (3:133,134)۔ اور اگر تم بدلہ لینے کی ٹھان ہی لو تو صرف اتنا ہی بدلہ لو جتنا تم پر ظلم ہوا۔ اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور صبر تو اللہ ہی کی دین ہے۔ ان کے رویہ پر غم نہ کر۔ نہ ہی ان سازشوں پر دکھ محسوس کر یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فرائض ادا کرنے والوں (اور دوسروں کے ساتھ) اچھائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (16126-128)

اگر چہ برائی کا بدلہ بھی برائی ہی ہے مگر جو معاف کرے اور صبر کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے یقیناً اللہ تعالیٰ برائیوں کو پسند نہیں کرتا اگر کسی پر ظلم ہوا اور وہ اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ گناہ ان پر ہے جو ظلم کریں۔ بلا وجہ بغاوت کریں جان بوجھ کر زمین میں فساد پھیلائیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ مگر جو (ظلم و زیادتی) پر صبر کرے اور معاف کر دے۔ تو یقیناً یہ بڑے صبر کا کام ہے۔ (42:40-43)۔ ماخذ قرآن شریف اور اس کی تعلیمات (ڈچ) جی۔ اے۔ بشیر

☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان رحمتہ اللہ علیہ

کا تربیتی کلاس سے خطاب

سورۃ الفتح کی آیات ۲۸۔۲۹ میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہیں اس کی پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسولؐ اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ وہ دین اسلام کو سب دوسرے دینوں پر غالب کر کے دکھائے اور اس سے اگلی آیت میں آنحضرت صلعم اور آپؐ کے پاک ساتھیوں کی زندگیوں کا ایک نقشہ ہمارے سامنے کھینچا ہے۔ یہ بہت ہی پیارا اور بیحد خوبصورت نقشہ ہے میں اس وقت اگر اس کی تفصیل بیان کرنے لگوں تو اپنے موضوع سے ہٹ کر بہت دور چلا جاؤں گا۔ لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے مقابلے میں تو بہت سخت ہیں مگر آپس میں بڑے رحیم و کریم ہیں۔ تو ان کو رکوع و سجود میں گرے ہوئے دیکھے گا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا مولا ان سے راضی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ان پر ہو جائے۔ وہ حق کی خاطر اپنی جان کی بازی لگانے پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ ان کی یہ مثال ہمیں توریت میں بھی ملتی ہے اور انجیل میں بھی۔ لیکن ہمیں یہ مثال اس زمانہ میں قادیان میں حضرت اقدس اور آپ کے پاک ساتھیوں میں بھی نظر آئی اور آپ کے بعد حضرت مولانا نور الدینؓ کے زمانہ میں بھی اس کا اثر باقی رہا۔ اس قسم کے پاک لوگوں کی صحبت میں ایک خاص قسم کا روحانی سرور پیدا ہوتا ہے۔ ان کی مجلس میں چھوٹا، بڑا، امیر غریب، دوست دشمن اور اپنا پرایا جو بھی جائے اثر لئے بغیر واپس نہیں آتا۔

آج صبح جب میں اٹھا تو میرا خیال تھا کہ میں آپ کے سامنے حضرت صاحب کی سیرت بیان کروں گا۔ اسے آپ اتفاق کہہ لیں یا تصرف الٰہی میرا اسبق بھی یہی تھا۔ جو میں نے آپ کے سامنے پڑھا ہے اور اس کا خلاصہ آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔ اسی کی جھلک آپ کو حضرت صاحب کے ان اشعار میں نظر آئے گی چونکہ میرے دل و دماغ پر ان کی پاک سیرت لوگوں کی مجلسوں کا ایک گہرا اثر اور نقش ہے اس لئے جب ان کی یاد آتی ہے تو میں رو پڑتا ہوں۔ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ آج صبح بھی بہت رویا اور ہوسکتا ہے کہ اب میں رو پڑوں اس کے لئے آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ آپ کی ایک لمبی فارسی نظم کے وہ پانچ اشعار یہ ہیں:

AHMADIYYA SUMMER SCHOOL, ABBOTTABAD
(SESSION 1971)
(Under the Auspices of Muqami Jamaat Ahmadiyya Lahore)

Sitting L to R Izaz Elahi Malik, M. Saleh Noor, Main Fazl-i-Ahmad, K.B. Dr. Saeed Ahmad Khan, Tanveer Ahmad, Hafiz She Mohammad, M. Shafique Mirza, Bashir Ahmed Soz
(Instructor) (Presdent) (Director)

Standing L to R Karamtullah, Murtaza Ali, Mahmud Ahmad Mirza, Q. Akthar Malhi, A Raoof, M. Akthar Malhi, Prof. Khalil ur Rehman, Qazi Abdul Ahad, Ch. Zaheer Ahmad, Parvez Ahmad Munir, M. Asghar Ali, Rehman Niazi.

Royal Photo Studio Abbottabad

اے خدا اے چارہ آزادِ ما
اے علاج گریہ ہائے زارِ ما

ترجمہ: ''اے میرے خدا تو ہی میرے دکھ کا علاج ہے میں جس درد کو لئے تیرے سامنے زار و قطار روتا ہوں تو ہی اس کا درماں ہے۔

ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد
نا گہاں جانے در ایمانش فتد

ترجمہ: ”جس کے دل و جان میں تیرا عشق سما جائے تو اچانک اس کا جسم نورِ ایمان سے چمک اٹھتا ہے“]

عشق تو گرد عیاں بر روئے او
بوئے تو آید ز بام و کوئے او

ترجمہ: ”تیرا عشق اس چہرے سے ظاہر ہونے لگتا ہے اور اس کے در و دیوار سے تیری ہی خوشبو آنے لگتی ہے“

خاک را در یک دے چیزے کنی
کز ظہورش خلق گیرد روشنی

ترجمہ: ”مٹی کو تو یک لحہ ایسی چیز بنا دیتا ہے کہ دنیا اس کے ظہور سے روشنی حاصل کرنے لگتی ہے“

بر کسے چوں مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی

ترجمہ: ”جب تو کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اسے زمینی انسان سے آسمانی انسان بنا دیتا ہے (جب حضرت امیر یہ شعر سنا رہے تو واقعی آبدیدہ تھے)

اس زمانے کے قادیان کا یہ ماحول تھا جہاں کے در و دیوار سے عشق الٰہی کی بدولت پیدا ہونے والی خوشبو آتی تھی ۔ وہاں زمین کے کیڑے نہیں آسمانِ روحانیت پر پرواز کرنے والے انسان بستے تھے۔ خدا پر ایمان اور یقین کا نور ان کے چہروں سے ٹپکتا تھا۔ مجھ پر میرے شفیق والدین کے احسان کی وجہ سے اس ماحول کی ہلکی سی جھلک مجھے بھی دیکھنی نصیب ہوئی ۔ میرا بچپن کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں بچے اپنے ماں باپ کے بہت قریب ہوتے تھے۔ آج کل جو نسلی خلاء پیدا ہو چکا ہے وہ اس زمانہ میں نہیں تھا۔ بچے اپنے ماں باپ کا حکم ماننا اپنے لئے سعادت مندی خیال کرتے تھے میرے والد جب قادیان جانے لگے تو مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ میں فوراً تیار ہو گیا۔ شاید اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ میں بھی اس آسمانی انسان کو اس کی زندگی کے آخری ایام میں جی بھر کر دیکھ سکوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہوا کہ مجھے قادیان میں اس مکان میں رہنے اور آنے جانے کا موقع ملا جس میں حضرت اقدس رہتے تھے۔ میں نے جی بھر کر آپ کو دیکھا۔ مجھے آپ کے ہاں آنے جانے کی آزادی تھی۔ جب چاہتا چلا جاتا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے خواہ وہ بچے کسی کے ہوں۔ وہاں کوئی تکلف والی بات ہی نہ تھی۔ آپ لان میں چل پھر کر لکھا کرتے تھے۔ آمنے سامنے کی دو دیواروں میں طاقچے تھے اور ہر ایک طاقچے میں سیاہی کی دوات رکھی ہوتی تھی ۔ ہاتھ میں کاغذ اور قلم ہوتا۔ لکھتے لکھتے جب ایک دیوار کے قریب پہنچتے تو وہاں طاقچے میں رکھی ہوئی دوات میں سے قلم ڈبو لیتے اور جب دوسری کے قریب جاتے تو وہاں سے سیاہی لے لیتے۔ اسی طرح چلتے پھرتے صفحات کے صفحات لکھ ڈالتے۔ یہ ان کی زندگی کا معمول تھا۔ آپ کے مکان کے ساتھ ملحق ایک مسجد تھی جس کا نام ”مسجد مبارک تھا“ گھر اور مسجد کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی تھی جو آپ کے مکان میں کھلتی تھی حضرت صاحب اس کھڑکی میں سے مسجد میں تشریف لاتے۔

کھڑکی کے پیچھے ایک کمرہ تھا جو ذرا نیچے تھا اس لئے کھڑکی کے پیچھے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر چڑھ کر حضرت صاحب مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ آپ کی زیارت کے مشتاق ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں کے وقت کھڑکی پر نظریں جمائے رہتے تھے کہ کب کھڑکی کھلے اور حضرت صاحب تشریف لائیں اور وہ جی بھر کر آپ کو دیکھیں۔ میں ان اوقات میں کھڑکی سے لگ کر بیٹھا رہتا اور جب آپ داخل ہوتے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیتا اور کبھی کبھی آپ کے کپڑوں کو پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا جاتا کہتے ہیں کپڑوں سے برکت ملتی ہے۔ آپ سے ہاتھ ملانے کو لوگ اپنے لئے بڑا فخر سمجھتے تھے۔ لوگ پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ میں عموماً آپ کے ساتھ ہی بیٹھ جاتا تھا۔ نماز کی امامت بھی آپ ہی کرتے تھے۔ نماز کے بعد آپ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے ۔ خصوصاً مغرب کی نماز کے بعد کچھ لوگ آپ کے پاؤں بھی دابتے۔ آپ کسی کو ایسا کرنے سے منع نہیں فرماتے تھے۔ میں چھوٹا سا تھا میں بھی اس میں شریک ہو جاتا تھا۔ آپ اس دوران میں کچھ باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ مجھے یاد نہیں۔ البتہ مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب جو دونوں اخبارات کے ایڈیٹر تھے ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے اور جو بات بھی آپ کے منہ سے نکلتی اسے لکھ لیتے اور اپنے اپنے اخبار میں دوسروں کے فائدہ کے لئے شائع کر دیتے۔ بہت سی باتیں جو میں آپ کے سامنے بیان کر

رہا ہوں ان میں سے اکثر میری اپنی چشم دید ہیں اور ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کا تذکرہ بار بار ہوتا رہا ہے۔اس لئے ان کے متعلق بھی میرے ذہن میں ایک نقشہ موجود ہے۔

حضرت صاحب کی مجلس اتنی پیاری ہوتی تھی کہ لوگ اس کا بار بار ذکر کرتے تھے۔میرے والد بھی اس مجلس میں شریک ہوتے تھے۔میں ان سے بھی سنتا رہتا تھا اس لئے میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ حقیقت ہے کوئی خیالی کہانی یا افسانہ نہیں۔بہرحال یہ آپ کے شب و روز تھے۔صبح کی نماز کے بعد آپ سیر کے لئے جاتے تھے اور آپ کے ساتھ لوگوں کو ایک جم غفیر ہوتا تھا۔آپ بہت دور تک سیر کے لئے جاتے تھے۔مجھے بھی کبھی کبھی آپ کے ساتھ سیر کے لئے جانے کا اتفاق ہوا ہے۔وہ گرد و غبار کا علاقہ ہے۔سیر کے وقت لوگوں کے چلنے کی وجہ سے بہت گرد و غبار اڑتا تھا۔لیکن اس گرد میں بھی لوگ چلتے ہی جاتے تھے۔ساتھ ساتھ حضور باتیں بھی کرتے جاتے تھے لیکن وہ مجھے یاد نہیں۔آپ کی زندگی کے باقی جو حالات ہیں وہ آپ نے کتابوں یں پڑھے اور اپنے بزرگوں سے سنے بھی ہوں گے۔لیکن میں آپ سے ایک نہایت قیمتی اور پراز معلومات کتاب ''مجدد اعظم'' پڑھنے کی سفارش کرتا ہوں۔آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اس کتاب کو پڑھے کیونکہ اس کے پڑھ لینے کے بعد اس آسمانی انسان کی زندگی کا ہر لمحہ ہماری نظروں کے سامنے سے ایک مسلسل فلم کی طرح گذر جاتا ہے۔اور ان کی عظمت اور صداقت کا قائل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا یہ اس قدر مکمل اور دلچسپ کتاب ہے کہ اس میں تمام باتوں، اعتراضات اور مسائل پر مدلل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔اسے ایک بار پڑھ لینے کے بعد بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ہماری جماعت کے ہر آدمی کا یہ فرض ہے کہ اسے ایک بار ضرور پڑھے تا کہ اسے تحریک احمدیت کے پس منظر اس کی اغراض و مقاصد، افادیت اور دین اسلام کے لئے اس کی خدمات سے واقفیت حاصل ہو جائے اور اس زمانے میں لانتہاء مشکلات اور مخالفت کے باوجود حضرت صاحب کے لائے ہوئے انقلاب پر یقین پیدا ہو جائے۔اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہم کس مقصد کے لئے زندہ ہیں اور دنیا ہماری کیوں مخالف ہے۔اس کی قیمت میں رعایت کے لئے بھی میں سفارش کروں گا تا کہ ہر شخص اسے خرید سکے۔

اپنے دوستوں سے آپ کے تعلقات بڑے پیار اور محبت کے تھے۔وہاں پیری مریدی والی کوئی بات ہی نہ تھی آپ ہمیشہ اپنے دوستوں کو بار بار قادیان آنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے اور جو ایک بار وہاں چلا جائے اسے واپس جانے کی اجازت بڑی مشکل سے ملتی تھی۔وہ مہمانوں کو اپنے پاس رکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔آپ سمجھتے تھے کہ جو بات انہیں یہاں مل سکتی ہے وہ کہیں اور نہیں مل سکتی۔باہر دین کا غم نہیں دنیا کے دھندے ہیں اور خدا سے غفلت ہے۔

ایک دو دفعہ جب کسی نے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا بس آپ جا رہے ہیں۔فصل کا موقعہ تو نہیں ہے پھر کیوں جاتے ہیں؟ جانے والے نے کہا کہ مجھے یہاں آئے ہوئے تین ماہ ہو گئے ہیں۔ایک بار میرے والد نے آپ سے واپس جانے کے لئے تحریراً اجازت چاہی کہ میں کل جا رہا ہوں۔مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں اگر آپ کو فرصت ہو تو میں آپ کے سامنے عرض کروں۔یا اجازت ہو تو لکھ کر بھیج دوں۔آپ نے اس تحریر کے نیچے اپنے قلم سے لکھا کہ مجھے آج نزلہ کی شکایت ہے بہتر ہو گا کہ آپ لکھ کر بھیج دیں آپ کی یہ تعلیم ہمارے لئے نمونہ ہے۔

ہمارا ایک کاشتکار تھا وہ بھی قادیان جانے والے قافلے میں شامل تھا وہ وہاں سخت بیمار ہو گیا۔میرے والد نے آپ کو لکھا کہ وہ شخص نزع کی حالت میں ہے۔آپ دعا فرمائیں۔اور اگر قضا و قدر کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اس کے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائیں۔آپ نے جواب میں لکھا کہ دعا تو میں نے کی ہے مگر قضاء و قدر تو اپنا کام کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر کرے۔

چنانچہ وہ قادیان میں ہی فوت ہو گیا۔اور حضرت صاحب کی اجازت سے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔حضرت مولانا نورالدین نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔یہ قادیان کے وہ ایام تھے جب وہاں برکت ہی برکت تھی۔وہاں اللہ تعالیٰ کے نشانات نظر آتے تھے۔آپ نے آپ کو جھوٹا کہنے والوں کو چیلنج کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

اے منرور گریبانی سوئے ما واز وفا رخت افگنی در کوئے ما
واز سر صدق و صداقت پروری روز گار در حضور ما بری
عالمے بینی ز د بانی نشاں سوئے رحمٰن خلق و عالم را کشاں

ترجمہ: ”اے مجھے جھوٹا کہنے والے اگر تو میری طرف آئے اور وفاداری کے ساتھ اپنا سامان میرے کوچے میں رکھ دے۔ صدق وصداقت کے ساتھ اپنے دن میرے سامنے گذارے تو تجھے ربانی نشانوں کا ایک عالم نظر آئے گا اور تو خلق اور عالم کو اللہ تعالیٰ کی طرف کشاں کشاں آتے ہوئے دیکھے گا۔ یہ نشان انہی لوگوں نے دیکھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی عطا کی تھی۔

آپ نے اپنے مخالفین، مکفرین اور مکذبین کو بار بار یہ دعوت دی کہ میرے پاس آؤ اور میرے پاس رہو جو آپ کے پاس گئے اور وہاں رہے پھر انہوں نے وہاں سے واپس جانے کا نام نہ لیا۔ یہ بہت ہی خوشگوار اور برکتوں کا زمانہ تھا جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک چلتا رہا۔

مجھے حضرت صاحب کی وفات یاد نہیں، میں چھوٹا تھا مگر میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا اور سنا کہ انہیں آپ کی وفات سے کتنا شدید صدمہ ہوا۔ جیسے ان کی زندگی کی متاعِ بے بہا لٹ گئی ہو، اور وہ بے کس و بے سہارا رہ گئے ہوں۔ میرے چچا بڑے رقیق القلب تھے۔ انہیں حضرت صاحب سے بڑی شدید بلکہ عشق کی حد تک محبت تھی۔ جب انہوں نے حضرت صاحب کی وفات کی خبر سنی تو میں نے دیکھا کہ وہ مسجد میں زار و قطار رو رہے تھے۔ پھر کچھ خیال آیا کہ لوگ مجھے اس طرح روتا دیکھ کر خوش ہوں گے اس لئے ذرا چپ ہو گئے۔ لیکن اسے ایک شیطانی خیال سمجھ کر پھر رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ”مرزا“ مر جائے اور میں لوگوں سے ڈر کر روؤں بھی نہ۔ لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے جذبات پیدا کر دینا اللہ تعالیٰ کے ماموروں کا ہی حصہ ہوتا ہے۔

اس زمانہ کو دیکھ کر میرے دل میں قادیان کے لئے محبت اور غیر معمولی کشش پیدا ہو گئی تھی چنانچہ ۱۹۱۶ء میں جب میں ساتویں جماعت میں تھا میں نے اپنے باپ سے درخواست کی کہ میں قادیان جانا چاہتا ہوں کچھ اور لوگ بھی قادیان جا رہے تھے میں نے بڑی منت سماجت کی کہ میں ان کے ساتھ جاؤں گا انہوں نے میرا شوق دیکھ کر فرمایا اچھا ٹھیک ہے چلے جاؤ میں چلا گیا۔ یہ حضرت مولینا نور الدینؒ کا زمانہ تھا۔ یہ بھی بڑا بابرکت زمانہ تھا کیوں کہ قادیان کی گلیوں کوچوں اور گذرگاہوں میں حضرت صاحب کی صحبت کی تاثیرات بھی باقی تھیں۔ حضرت مولانا بھی اپنی ذات میں بڑے ہی عجیب انسان تھے۔ ان کی تعریف خود حضرت صاحب نے کی ہے۔ اگر وقت ہوتا تو حمامۃ البشریٰ میں جو حضرت صاحب نے ان کی تعریف کی ہے وہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر دل پر ز نور یقیں بودے

ترجمہ: ”کتنا اچھا ہوتا کہ اس امت کا ہر انسان نور دین ہوتا۔ ہاں ایسا ہی ہوتا اگر ہر دل یقین کے نور سے بھرا ہوا ہوتا۔

یہ حقیقت ہے کہ جس نور یقین سے حضرت مولانا کا دل بھرا ہوا تھا اس کی مثال نہیں ملتی وہ ایک بڑے متوکل انسان تھے۔ آپ کی زندگی کے چیدہ چیدہ حالات ایک کتاب ”مرقاۃ الیقین“ ”فی حیات نور دین“ میں درج ہیں۔ یہ کتاب جناب اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے لکھی ہے۔ وہ بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ جب میں دوبارہ قادیان گیا تو وہ احمدیہ ہائی سکول قادیان میں اردو اور فارسی کے استاد تھے۔ یہ حضرت مولانا کے بڑے عاشق تھے۔ اکبر شاہ خان کہتے ہیں کہ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ اپنی زندگی کے حالات تحریر فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے فرصت نہیں تو میں نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ مولانا اس پر متفق ہو گئے۔ اور ایک وقت مقرر کیا اور اپنے چیدہ چیدہ حالات لکھوائے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے یوں لگتا ہے کہ یہ یقین کا خزانہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے تصرفات کے عجیب عجیب واقعات ملتے ہیں جس انسان کا خدا کی ذات پر کامل یقین ہو وہ بے سرو سامانی کی حالت میں چل پڑتا ہے۔ اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے نشان دیکھتا ہے۔ اس کے فرشتے اس کی مدد کو آتے ہیں۔ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ وہ ہمارے بگڑے کام بناتا ہے اور خلاف توقع حالات سنورتے رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس میں صاحب تجربہ ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ بعض کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہوا ہے۔ وہ اسے اتفاق سمجھتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں جو یقین سے کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ یہ احساس ہو بھی کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے تو اس کا یقین اس مرتبہ پر نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے بھروسے پر چل پڑے۔ یقین اسے تب آتا ہے جب وہ

اپنی منزل کو پالے۔

اللہ تعالیٰ پر اس بے مثال یقین کی وجہ سے ہی آپ نے کبھی مال جمع نہیں کیا کہ کل میرے کام آئے گا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنا سب کچھ حضرت صاحب کے قدموں میں خدا کے دین کی خاطر نچھاور کر دیا تھا اور ہمیشہ مسکینوں اور یتیموں پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ نے یہ وصیت کی تھی کہ میری اولاد پر خیرات اور زکوۃ کا مال خرچ نہ کیا جائے البتہ ضرورت کے وقت انہیں قرضہ دیا جائے جو ان سے واپس وصول کیا جائے۔ اگر کوئی قرضہ بھی ادا نہ کر سکے تو میرا کتب خانہ اس کی ضمانت ہے مجھے یقین ہے کہ میرے کتب خانہ سے قرضہ ادا ہو جائے گا وہ بڑے غیور انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی اولاد پر خیرات اور زکوۃ کا مال خرچ کرنے سے منع کر دیا۔

میں جب دوبارہ قادیان آیا تو میں نے حضرت مولانا نورالدینؓ کی خدمت میں ایک دفعہ لکھا کہ میں قادیان میں رہ کر پڑھنا چاہتا ہوں آپ میرے والد سے سفارش کریں کہ مجھے اجازت دے دیں۔ میں نے اس لئے کیا کہ شاید میرے والد میرے قادیان میں رہنے پر رضامند نہ ہوں۔ میرے والد نے مجھے بہت سمجھایا کہ وہاں تمہاری ماں اکیلی ہے وہ تمہیں یاد کرتی ہے وغیرہ (میں اپنے ماں باپ کا ایک ہی بیٹا تھا) مگر میں نے کہا میں جاتا ہی نہیں۔ بہرحال میں وہاں رہ گیا۔ اب مجھ سے واقعات اور باتوں کے سمجھنے کا شعور پیدا ہو چکا تھا۔ یہ ۱۹۱۳ء کی بات ہے۔ مولانا دن بدن کمزور ہوتے جا رہے تھے لیکن انہوں نے آخر تک اپنا دینی شغل جاری کیا۔ وہ اپنے مکان پر قرآن کا درس دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے قرآن تو میری غذا ہے اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم سے ان کے عشق کا یہ حال تھا کہ رمضان شریف میں عشاء کی نماز کے بعد حافظ غلام یسین صاحب آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے جس میں وہ قرآن شریف سناتے تھے اور حضرت مولانا باوجود کمزوری کے اس میں شامل ہوتے اور بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ میں بھی ان نمازوں میں شامل ہوا ہوں۔ میرے والد رمضان کے مہینے میں قادیان تشریف لے جاتے تو حضرت مولانا انہیں اپنے مکان کے ساتھ ایک کوٹھے پر ٹھہراتے تھے۔ میں بھی وہاں ٹھہرا ہوں۔ یہ نمازیں آپ کے گھر پر ہی ہوتی تھیں۔ آج ہمارے ہاں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ تراویح نہیں پڑھنی چاہئیں لیکن حضرت مولانا پڑھتے تھے۔

انہی ایام میں حضرت مولانا محمد علیؒ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر لکھا کرتے تھے اور حضرت مولانا نورالدینؓ کو سنایا کرتے تھے۔ آپ اپنی سخت بیماری کی حالت میں بھی یہ ترجمہ سننے کے لئے حضرت مولانا محمد علیؒ کو اپنے پاس بلاتے اور فرمایا کرتے "میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ" لوگ سمجھتے کہ وہ اپنے بیٹے عبدالحی کو بلانا چاہتے ہیں لیکن جب مولانا محمد علیؒ تشریف لاتے تو آپ بہت خوش ہوتے اور کبھی فرماتے "میری روحانی غذا لاؤ، میری روحانی غذا لاؤ"۔ جب قرآن کریم کے ۲۶ سپاروں کے نوٹ ہو چکے تو آپ نے فرمایا "ہمارا انگریزی ترجمہ اللہ کو مقبول ہو گیا ہے۔ الہاماً بشارت آگئی ہے۔" یہ الہام جماعت کے ایک ملہم بزرگ کو ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ سب بزرگ جو حضرت مولانا کے پاس موجود تھے سجدہ میں گر گئے۔ اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کو قبولیت کا شرف بخشا اور اس کے ذریعے بہت سے دلوں میں انقلاب پیدا ہوا اور روشنی پھیلی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک طالب علم نے مجھے بتایا کہ جب حضرت مولانا محمد علیؒ نے اس آیت **واذ قتلتم نفساً فادراء تم فیھا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون** "کا ترجمہ اور تفسیر حضرت مولانا کو سنائی تو آپ نے فرمایا آج ہمیں اس آیت کے معنی سمجھ آئے ہیں۔ اور آپ نے حضرت مولانا محمد علیؒ کا ہاتھ چوم لیا۔ اور یہ بات مشہور ہو گئی۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کو صلیب پر چڑھانے کے بعد زندہ اتار لیا گیا اور بعد میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ بعض کے نزدیک وہ نعوذ باللہ صلیب پر فوت ہو گئے اور بعض کے نزدیک وہ زندہ اتار لئے گئے یہ لوگ پاکباز اور روحانی انسان تھے انہوں نے خود بھی یہ روحانی فیض پایا اور پھر اسے آگے تقسیم کیا۔

حضرت مولانا نورالدین کے آخری ایام میں یہ پاک فضا مکدر ہو گئی جو آپ کو سخت ناپسند تھی۔ مامور وقت کا زمانہ پاک تاثیرات اور خیالات کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کے رخصت ہو جانے کے بعد نئے نئے لوگ آتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ فضا مکدر ہوتی جاتی ہے۔ بعض طلباء کی اخلاقی پستی کے متعلق خبریں آپ کے کانوں تک پہنچتی تھیں۔ میں جس زمانہ میں دوبارہ قادیان گیا تو اس قسم کے چرچے عام تھے۔ کچھ بے قاعدگیوں کے متعلق بھی خبریں آنے لگیں۔ ان خبروں کے متعلق آپ کے اپنے ایک بھتیجے شاہسوار خان نے بھی جو میرا ہم جماعت تھا شکایت کی ایک دوسرا شخص بھی تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ اس نے بھی اخلاقی بے راہروی کی شکایت کی۔ میں انہی دنوں میں قادیان پہنچا تھا جب یہ واقعہ ہوا۔ مجھے طالب علموں نے یہ بتایا کہ ایک ایسا بڑا واقعہ ہوا ہے۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا۔ حضرت مولانا کو

اس سے بے انتہاء صدمہ ہوا۔ آپ نے درس میں فرمایا دیکھو اب یہاں بڑی بڑی باتیں ہونے لگی ہیں۔ یہ پاک بستی ہے۔ اس کا نام قادیان دارالامان ہے۔ یہ امن والی بستی ہے۔ یہاں اب کیسی بری باتیں ہونے لگی ہیں۔ انہوں نے بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب ہمارے بچوں پر بھی دست درازی ہونے لگی ہے۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا دعا کرو۔ یا اللہ اس بستی کو ناپاک لوگوں سے پاک کردے۔ اس کے بعد آپ اس شدت سے روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ آپ کے ساتھ حاضرین نے بھی بڑے درد سے دعا کی۔ کہتے ہیں اگلے ہی دن دولڑکے جن کو میں جانتا ہوں لیکن ان کا نام لینا مناسب نہیں قادیان چھوڑ کر چلے گئے۔ ان میں سے ایک کو میں نے بعد میں لاہور میں دیکھا جب میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کو جذام ہو گیا۔ کسی نے مجھے بتایا کہ یہ وہی آدمی ہے دوسرے کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ بہت لائق ہے اور یہ قرآن کریم کا ترجمہ کرے گا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ یہ ان دو بد اخلاقی کے مرتکب لڑکوں کا انجام ہوا۔ خدا کے برگزیدہ انسانوں کی بد دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ ان کی بد دعا بھی دنیا کو ہلاک کر سکتی ہے۔

یہ بڑی لمبی داستان ہے اس کے بیان کے لئے بڑا وقت چاہیے حضرت مولانا نورالدینؓ نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ وفات پائی۔ حضرت اقدس کی وفات کے بعد آپ کی وفات جماعت کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ اور حادثہ ثابت ہوئی۔ یہ تاریخ احمدیت کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ میں ان کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا۔ ایک ایک تفصیل مجھے یاد ہے۔ آپ کی وفات کے بعد جو خوشگوار واقعات پیش آئے میں اس خانہ خدا میں کھڑے ہو کر بڑی ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں وہ سب میرے چشم دید ہیں۔ یہ سارے واقعات ''مجاہد کبیر'' میں جو حضرت مولانا محمد علیؒ کی سوانح عمری ہے درج ہیں۔ یہ کتاب بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے صحیح حالات کا علم ہوتا ہے اور روشنی ملتی ہے۔ اس کتاب میں درج تفصیلات بالکل سچی ہیں ان پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ کہ وہ بالکل سچی اور مستند ہیں۔ آپ مجدد اعظم کی تینوں جلدوں ''مرقاۃ الیقین، اور مجاہد کبیر، ان تینوں کتابوں کو پڑھیں۔ آپ کا ایمان مضبوط ہو جائے گا۔ آپ مجدد اعظم پڑھیں گے تو آپ کو حضرت صاحب کی صداقت پر یقین پیدا ہو جائے گا۔ مرقاۃ الیقین پڑھیں گے تو ایک روحانی اور وجدانی کیف حاصل ہوگا۔ اور مجاہد کبیر پڑھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وہ جماعت جس کو جماعت لاہور کے مقابلے میں اپنی کثرت پر ناز ہے حق پر نہیں ہے۔ حضرت مولانا نورالدین کی وفات کے بعد میرا دل قادیان سے اٹھ گیا۔ میرا جسم بھی بیمار ہو گیا کیونکہ مجھے بخار آنے لگا اور دل بھی بیمار ہو گیا۔ میں نے اپنے والد صاحب کو اپنے گاؤں دیب گراں خط لکھا کہ میں واپس آنا چاہتا ہوں۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور واپس مجھے لکھا کہ اب وہیں اپنی تعلیم مکمل کر کے آنا ہے۔ میں نے پھر انہیں لکھا کہ میں یہاں بیمار ہوں اور میں مر جاؤں گا۔ انہوں نے مجھے واپس آنے کی اجازت دے دی۔

ہمارے ایک سیکنڈ ماسٹر محمد دین نامی تھے۔ وہ انگریزی میں باتیں کیا کرتے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کے والد کا خط آیا ہے میں نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ میں یہاں بیمار ہو گیا ہوں۔ انہوں نے انگریزی میں کہا:

I JUST WRITE TO HIM (میں ابھی ان کو لکھتا ہوں) یعنی وہ مجھے واپس نہ بلائیں۔ وہ اس پر اصرار کرتے رہے لیکن میں نے بار بار کہا کہ میں بیمار ہوں اور واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا چنانچہ میں دسمبر میں اپنے وطن واپس چلا گیا۔ دل چاہتا تھا کہ قادیان جاؤں لیکن وہ کشش باقی نہیں رہی تھی۔ مقدس مقام وہ ہوتا ہے جہاں مقدس لوگ رہتے ہوں۔ انہی کے دم قدم سے ایسے مقام میں کشش ہوتی ہے وہاں کی اینٹیں اور پتھر بھی ان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس بستی دارالسلام کو بھی نیکوں کی بستی بنائے۔ ناپاک لوگوں سے اس بستی کو پاک کردے اس میں ایسے لوگ آئیں جن کے دل زندہ ہوں تاکہ یہ بستی برکت اور رحمت کا نمونہ ہو۔ جس بستی میں نیک لوگ بستے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ میری یہ دلی تڑپ اور خواہش ہے کہ یہ بستی پاک لوگوں کی بستی ہو۔ اور صحیح معنوں میں دارالسلام بن جائے۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سی دعائیں کیں ان دعاؤں میں سب حاضرین شامل ہوئے۔ آخر میں آپ نے شرکاء تربیتی کورس میں کتب تقسیم کیں اور ایک صاحب نے حضرت صاحب کے وہ خطوط سب طلباء اور حاضرین کو دکھائے جو آپ نے حضرت امیر کے والد بزرگوار کی طرف لکھے اور ایک البم کی صورت میں ان کے پاس موجود ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت مرزا غلام احمدؑ کا عشق قرآن

از: چوہدری احمد شجاع صاحب

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی، آپ کے کردار، آپ کی تصنیفات اور آپ کی تقریریوں کا مطالعہ کریں تو چار عشق نمایاں نظر آتے ہیں۔عشق الٰہی، عشق رسول، عشق قرآن اور عشق اسلام۔

میرے جیسا نا اہل حیران ہوتا ہے کہ ان میں سے کس پر بات کرے جو ایک محدود وقت میں سما سکے۔ میں اس کشمکش میں مبتلا تھا کہ میری نظر شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کے قول پر پڑی کہ عشق الٰہی اور عشق رسولؐ کا اظہار کرنے والے تو بہت گذرے مگر عشق قرآن پر نثر و نظم میں وارفتگی سے لکھنے والا سوائے مرزا صاحب کے کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ آپ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی اور اسی لئے میں نے اس مضمون کے لئے یہ موضوع چنا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کو پڑھ کر مذکورہ بالا چار عشقوں میں سے جس پر بھی وہ لکھ رہے ہوتے ہیں تو جوش محبت میں نثر سے گذر کر نظم میں چلے جاتے تھے مگر آپ کے چاروں عشق محض اپنے جذبات کے اظہار تک محدود نہ تھے محض لفاظی یا شاعری نہ ہوتے تھے بلکہ آپ نے ان محبتوں میں دیوانہ وار اللہ تبارک وتعالیٰ، حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور اسلام کی خدمت میں تمام عمر گذاری اور اپنے بعد ایک جماعت کے دلوں میں ایک ایسی آگ لگا گئے۔ یہ آگ آج بھی سلگتی ہے گرچہ بعض دلوں میں زمانہ گذر جانے سے مدہم پڑ گئی ہے، مگر جب ان میں پھونک مارو تو بھڑک اٹھتی ہے۔ اے اللہ اس آگ کو جلتی رکھنا کیونکہ جس دن یہ بجھ گئی تو یہ جماعت بھی مر جائے گی جس طرح جسم انسانی کی گرمی ختم ہونے سے اس کی موت ہے۔ قرآن کریم میں بکثرت ذکر ہے کہ جب زمین مر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرما کر اسے زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح روحانی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے۔ سو جو شخص اس روحانی آب حیات کو پیئے گا وہ خود روحانی زندگی پائے گا اور جو دوسروں کو بھی پلائے گا وہ دوسروں کو بھی روحانی زندگی بخشے گا۔ آئیں دیکھیں کہ حضرت مرزا صاحب نے دونوں کام کیسے سرانجام دیئے لڑکپن میں اکثر بچے کھیل کود کو اتنا پسند کرتے ہیں کہ انہیں تعلیم کی طرف توجہ دینی مشکل ہو جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے ایام طفولیت میں معاملہ برعکس تھا۔ آپ کو بچپن میں ہی وقت ضائع کرنے سے نفرت تھی اور بڑے انہاک سے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے اور بچوں کی شرارتوں سے آپ علیحدہ رہتے تھے طبیعت میں سنجیدگی اور شرافت بچپن میں ہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ان ایام میں ایک بھی شرارت یا بُری بات کی مثال دے نہیں سکتے حالانکہ آپ کے بچپن کو جاننے والے لوگ مسلم اور غیر مسلم موجود تھے۔ جب آپ نے دعویٰ کیا اور ہر قسم کی مخالفت کو مول لیا۔

جوان ہوئے تو دنیا اپنی رنگینیوں کے ساتھ آپ کے سامنے تھی۔ آپ ایک رئیس گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دل میں دنیا اور اس کی رنگینیوں سے بے رغبتی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ والدین کی فرمانبرداری قرآن کریم کا حکم ہے اس لئے اپنے والد صاحب کے اصرار پر آپ نے زمینوں کے مقدمات کی پیروی کی تو وہ بھی بادل نخواستہ مقدمہ ختم ہوتا تو خواہ اس میں آپ کے خلاف فیصلہ ہوتا تو بھی شکر کرتے کہ میری خلاصی ہوئی اگر مقدمہ کے لئے دعا کرتے یا مسجد میں کرواتے تو یہ کہہ کر کہ جس طرف حق ہو اس کی فتح ہو۔ جوانی میں آپ کی پرہیزگاری، تقویٰ اور اعلیٰ کردار کی معترف ایک دنیا تھی۔ جس کی گواہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی دی حالانکہ بعد میں وہ آپ کے دعویٰ مجددیت کی وجہ سے آپ کے سخت خلاف ہو گئے۔ اپنے والد بزرگوار کے اصرار پر حضرت صاحب نے سیالکوٹ میں ملازمت بھی کر لی مگر وہاں آپ کے مشاغل کا کیا حال تھا اس کا ذکر شمس العلماء سید میر حسین صاحب کے قلم سے سنیئے۔ یہ بزرگ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے

تصویری جھلکیاں: حافظ قاضی عبدالاحد صاحب کی صحت یابی کے بعد لاہور مرکز میں واپسی

مرکز میں بچوں کی سلسلہ وار تعلیم کے مناظر (نماز کی صحیح ادائیگی سکھائی جارہی ہے)

پشاور میں منعقدہ (وصال مسیح موعودؑ) تقریب کے مناظر

طیب اسلام (مبلغ جماعت پشاور) کے زیر اہتمام پشاور میں سمر سکول کے مناظر

یوم وصال مسیح موعودؑ کے موقع پر مقررین اور شرکاء کے مناظر

لیزر سکول کی تعلیمی سرگرمیاں

اہم شخصیات پر سلسلہ وار موضوعات میں محترم زبیدہ محمد احمد صاحبہ کے مولانا محمد علی (امیر جماعت اوّل) کی زندگی پر لیکچروں کی جھلکیاں

استادوں میں نمایاں تھے اور جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہ تھا انہوں نے لکھا ہے:

''حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرانامی کشمیری کے مکان پر کرائے پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی'' یہ تو شاموں کا حال تھا اور آدھی رات سے تہجد اور صبح کی نماز میں اور اس کے بعد جو قرآن کریم کی تلاوت کا سلسلہ تھا وہ اس کے علاوہ تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب کی بیماری پر حضرت صاحب کو ان کے والد بزرگوار نے قادیان واپس بلایا تو حضرت مرزا صاحب نے اپنے والد سے تحریری درخواست کی کہ انہیں دنیا کے مشاغل میں نہ ڈالا جائے اور خلوت میں عبادت و ریاضت اور قرآن کریم اور دین کے مطالعہ کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ان کے والد محترم نے ازراہِ شفقت اجازت دے دی۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ میں تو اس کی بھلائی کی خاطر اسے دنیا کے کام کاج میں لگانا چاہتا ہوں مگر ''یہ زندگی میں ہی مرا ہوا ہے'' ایک دفعہ حضرت صاحب اپنی معمول کی جگہ یعنی مسجد میں ملتے نہ تھے تو ان کے والد نے کہا کہ دیکھنا کسی نے اسے مسجد کی صفوں میں لپیٹ کر دیوار کے ساتھ کھڑا نہ کر دیا ہو۔ یہ حضرت مرزا صاحب کی عبادت و ریاضت اور قرآن کے مطالعہ میں انہماک کی حالت تھی۔ حضرت مرزا صاحب کی نگہداشت کے لئے ایک ملازم کو رکھا گیا۔ اس سے ایک دفعہ آپ کے والد نے پوچھا ''سنا تیرے مرزا کا کیا حال ہے؟'' اس نے کہا کہ جب عبادت نہیں کر رہے ہوتے تو قرآن کریم کے مطالعہ میں غرق ہوتے ہیں۔ تو والد بزرگوار نے پوچھا کہ کبھی سانس بھی لیتا ہے؟ قرآن کریم تو تھوڑا بہت اکثر پڑھتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب نے کمال کیا قرآن کے حاشیہ میں جہاں بھی اوامر و نواہی (یہ کرو یہ نہ کرو کے احکام) ہیں وہاں سرخ سیاہی سے نشان اور نمبر اچھا بڑا لگا رکھا تھا تاکہ عمل کے لئے آنکھ سے اوجھل نہ ہو جائیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ کیا انوکھا طریقہ تھا۔ یہ ہے اصل عشق قرآن کہ ہر حکم (امر یا نہی) اپنی زندگی میں پورا کریں۔ آپ ہی کہہ سکتے تھے: ''اس نورِ خدا سے روشن کتاب سے اگر ایک قدم بھی دور ہو تو میرے نزدیک وہ کفر انکار یا ناشکری اور گھاٹا بلکہ ہلاکت ہے''

قرآن کریم کے نسخہ کو حضرت امیر (مولانا محمد علیؒ) نے دیکھا تھا۔ روایت ہے کہ اس نسخے کو حضرت مرزا صاحب نے 18 سال پڑھا اور بقول ان کے بڑے صاحبزادے مرزا سلطان احمد صاحب کے کم سے کم ایک ہزار دفعہ شروع سے آخر تک اس کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس خاص نسخہ کو حضرت مرزا صاحب کا ساری جماعت کو چھوڑ کر مولانا محمد علی صاحب کو عطا کرنا تھا اس مردِ مومن کی فراست کا نمونہ تھا کہ واقع حضرت مرزا صاحب کے علم و فہم کا وارث ان کے اسی فرزندِ روحانی نے ہونا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اکثر لوگ قرآن کریم کی عربی عبارت کا ترجمہ کرنا ناجائز بلکہ حرام سمجھتے تھے۔ بمشکل ایک دو ترجمے فارسی اور اردو میں چند روشن ضمیر انسانوں نے جرات کر کے کر ڈالے تھے۔ پھر انگریزی زبان کو کافروں کی زبان ہونے کی وجہ سے پڑھنا لکھنا تک حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس ماحول میں اس گاؤں کے رہنے والے اور انگریزی سے بالکل ناواقف انسان یعنی حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے مجددیت کے بعد پہلی کتاب جو لکھی یعنی فتح اسلام اس میں فرمایا کہ اگر قوم بدل و جان میری مدد کرے تو میرا ارادہ ہے کہ اسلام پر عمدہ تصنیف انگریزی میں لکھ کر دنیا میں پہنچائی جائے۔ اور حضرت اقدس نے خاص طور پر یہ لکھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر لکھوں اور اسے انگریزی میں ترجمہ کر کے دنیا میں پہنچا دیا جائے اور ساتھ ہی آپ نے ایک فقرہ لکھا کہ جو کسی انسان کی مجال نہ تھی کہ اپنی طرف سے لکھتا۔ آپ نے فرمایا کہ ''میں یہ صاف صاف لکھ دینا چاہتا ہوں کہ اور انگریزی تراجم یا تفسیریں (جو بعد میں لکھی جائیں) ویسی اعلیٰ نہ ہوں گی جیسی وہ جو میں لکھوں گا یا وہ جو میری شاخ سے ہے اور مجھ میں ہی شامل ہے'' سال ہا سال کے بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ وہ شاخ مولانا محمد علی صاحب ثابت ہوئے۔ اور یہ پیشگوئی ہر لحاظ سے پوری ہوئی۔ حضرت اقدس نے انگریزی کو اور مغربی زبانوں پر کیوں اولیت دی؟ کیونکہ بعد میں حضرت صاحب نے یہ بھی لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس زمانہ میں قرآن حکیم کا خاص علم و فہم دے کر بھیجا ہے تاکہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کر کے دنیا کو اس ہدایت اور نور کے مخزن سے بہرہ ور کیا جائے اور ہلاکت سے بچایا جائے۔ تو پھر انگریزی زبان کو اولیت کیوں دی؟ اس زمانہ میں بھی انگریزوں کی سلطنت اور ان

کی زبان دنیا کے بیشتر حصوں میں رائج تھی مگر اس زمانہ میں کسی انسان کو گمان بھی نہ تھا کہ 70-60 سال بعد امریکیوں کے بین الاقوامی عروج اور ان کے فلموں اور ریڈیو نشریات اور میگزینوں کے تمام دنیا میں نشر ہونے کی وجہ سے انگریزی جو پہلے ہی پھیل چکی تھی دنیا میں سب سے زیادہ سمجھی جانے والی زبان بن جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کے دلوں کو ان کی کوششوں کو دیکھتا اور نوازتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے دل میں جو قرآن کریم سے بے نظیر عشق تھا اور جس محنت اور لگن سے آپ نے اس مقدس کتاب کو دن رات پڑھا اور اس کے مطالب پر غور کیا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جس طرح آپ نے قرآن کریم کے ہر حکم امر یا نہی پر بالالتزام عمل کیا اس سے لازمی طور پر آپ کی وہ باطنی تطہیر ہوئی کہ آپ قرآن کریم کے معانی اور مفہوم کی گہرائیوں تک پہنچ گئے جیسا کہ اس پاک کتاب نے خود فرمایا: ''**لایمسہ الا المطھرون**'' کہ صرف وہی لوگ جن کے باطن پاک تر ہو جائیں اس پاک کتاب کے مغز تک جا پہنچتے ہیں۔ پھر اس زمانہ میں جو کہ علوم اور سائنسز اور روشن دماغی اور معقولیت کا زمانہ تھا قرآن حکیم کے علموں، حکمتوں اور معارف کو کھولنے کا وقت آ گیا تھا۔ اسی لئے حکمت الٰہی نے امام الزمان کے اوپر قرآن کریم کے علوم کو کھولا۔ آپ نے چیلنج دے کر قرآن کریم کی تفسیر مختلف مقامات سے کی۔ ویسے بھی آپ کی تمام کتابوں، رسالوں اور تقاریر کو پڑھیں تو قرآن کریم کے علوم اور معارف کے دریا آپ نے بہائے ہیں۔ ان کی کماحقہ مثالیں دینا اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے۔ ایک دو چھوٹی مثالیں نہایت اختصار کے ساتھ دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے جو دنیا میں اور دین بگڑ چکے تھے ان کا ذکر قرآن کریم نے کرتے ہوئے فرمایا ہے: **ظھر الفساد فی البر و لبحر** ''جس کے معنی عام پر طور یہ کیے جاتے ہیں کہ حضورؐ کے آنے سے پہلے خشکی اور سمندر میں فساد بمعنی لوٹ مار قتل، ڈاکہ، قزاقی وغیرہ پھیل گئے تھے۔

اگر فی الواقعہ ایسا بھی تھا کہ تو اس کا دینوں کے بگڑ جانے سے خاص تعلق نہ تھا کیونکہ دین حق کے ہوتے ہوئے بھی اگر اس پر عمل نہ کیا جائے یا نہ کرایا جائے تو جرائم بڑھ جاتے ہیں چونکہ قرآن کریم نے بار بار آسمانی پانی سے تشبیہہ دی ہے اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے آیت مذکورہ بالا کی کیا عمدہ اور انوکھی تفسیر فرمائی۔ آپ نے خشکی سے مراد وہ مذاہب لئے ہیں جن میں کہ وحی الٰہی یعنی الہامی کتاب ضائع ہوگئی۔ جس طرح پانی چلے جانے سے زمین خشک وبنجر ہو جاتی ہے اور سمندر سے مراد وہ مذاہب لئے ہیں جن میں کہ الہامی کتاب موجود تھی مگر ملاوٹوں سے لوگوں کی روحانی پیاس بجھانے کے قابل نہیں رہی۔ جس طرح کہ سمندر میں پانی تو ہوتا ہے مگر نمک اور دوسری ملاوٹوں کی وجہ سے انسان کی پیاس بجھانا تو کیا اور بھڑکاتا ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب نے مفہوم یہ نکالا کہ رسول اللہؐ کی تشریف آوری کے وقت خواہ وہ مذاہب ہوں جن میں الہامی کتاب موجود تھی اور خواہ وہ جن میں ضائع یا کھوئی جا چکی تھی دونوں قسم کے مذاہب میں بگاڑ اور فساد پیدا ہو چکے تھے اس لئے دنیا میں نازل فرمائے اور قائم کرنے کی سخت ضرورت تھی کیسی اعلیٰ اور موزوں حال تفسیر تھی اس طرح سورۃ الرحمٰن کی وہ آیت جن سے اب تک لوگ یہ معنی لیتے تھے کہ جن وانس زمین کی حدود سے نکل کر آسمان میں نہیں جا سکتے۔

''الا بسطن'' سوائے دلیل لانے کے'' جس کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس زمانہ میں کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ انسان زمین کی فضائی حدود سے نکل کر چاند پر چلا جائے گا۔ اس آیت مبارکہ کے یہ معنی کئے کہ جن وانس یعنی بڑی طاقتیں یا عوام الناس اگر زمین کی فضائی حدود سے باہر نکل کر آسمانوں میں بھی چلے جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور اس کے غلبہ سے تب بھی باہر نہیں نکل سکتے جو کہ الا بسطن کے نہایت ہی انوکھے اور اعلیٰ معنی تھے جن کو واقعات نے بھی ثابت کیا کہ خواہ انسان چاند پر بھی چلا جائے یا اس سے آگے بھی راکٹ بھیج لے تو بھی اللہ تعالیٰ کی حکومت یعنی قوانین کی بندوشوں سے باہر نہیں جا سکتا جو کہ بالکل سچ ہے۔ اس علم وعقل کے زمانہ میں وہ فہم قرآن جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مرزا صاحب اور آپ کے مریدوں کو دیا وہ زمانے کے نہایت موزوں حال تھا۔ مگر قرآن کریم کی ہدایت اور نور اور علوم وحکمتوں کو دنیا میں پہنچانے کی تڑپ حضرت مرزا صاحب کے دل میں اس قدر جوش سے موجزن تھی کہ جو آپ کے پاس بیٹھتا۔ اس کے دل کو بھی یہ تڑپ لگ جاتی۔ حضرت اقدس نے اپنے دل کے اس بے پناہ جذبہ کا اظہار مختلف تحریروں اور تقریروں میں فرمایا ہے مگر جس طرح

میں پہلے کہہ آیا ہوں جب آپ کے جذبات عشق و درد بہت جوش میں آتے تھے تو نثر سے نظم کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔اس کی مثال مندرجہ ذیل اشعار پیش کرتا ہوں

دردا کہ حسنِ صورت فرقان عیاں نماند

آں خود عیاں مگر اثر عارفاں نماند

ترجمہ: میرے دل کو درد ہے تو یہ کہ قرآن کا حسن صورت دنیا پر ظاہر نہیں ہوا۔وہ تو خود ظاہر ہے مگر سمجھنے والے نہیں رہے۔

بنیم کہ ہر یکے بہ غم نفس مبتلا ست

کس را غم اشاعت فرقان بجاں نماند

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے نفس کے غموں میں مبتلا ہے کسی کی جان کو اشاعت قرآن کا غم نہیں ہے۔

جانم کباب شد زغم ایں کتاب پاک

چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند

ترجمہ: اس پاک کتاب کے غم میں میری جان کباب ہوگئی اگر اسی طرح جلتا رہا تو میری جان کی امید باقی نہیں رہے گی۔

یا رچہ سہر من غم فرقان مقدر است

یا خود دریں زمانہ کسے رازاں نماند

ترجمہ: اے خدا کیا میری ہی قسمت میں قرآن کا غم لکھا ہے یا یہ ہے کہ تو اس زمانہ میں کوئی اور راز داں نہیں سمجھتا۔

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بند

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ترجمہ: اے بےخبر قرآن کی خدمت پر کمربستہ ہو جا اس سے قبل کہ آواز آئے کہ فلاں باقی نہیں رہا۔

امروز گر دِلت از پئے قرآن نسوزد

عذرے دگر تر بجناب یگاں نماند

ترجمہ: اگر آج تیرا دل قرآن کی خاطر نہیں جلتا تو خدائے واحد کے آگے تیرا کوئی عذر کام نہ آئے گا۔

یہ تھا وہ عشق، وہ غم، وہ درد، وہ جذبہ، وہ تڑپ جو آج ہمارا امام، ہمارے دلوں میں پیدا کرنا چاہتا تھا اور جس کا وارث مرتے وقت ہمیں یوں وصیت کر گیا۔

''ہمارا کام ہے قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا آگے قرآن اپنا کام خود کرے گا''

اور کیوں نہ ہو قرآن کریم خود فرماتا ہے:''اے انسان تیرے اوپر جو بوجھ ڈالا گیا ہے دنیا کی اصلاح کا وہ انسانوں کی طاقت سے باہر ہے مگر تیری مدد کے لئے ہم نے جو قرآن تیرے اوپر نازل کیا ہے اس کی وجہ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو ناکام رہے''۔

اور قرآن کریم کی روحانی و باطنی طاقتوں کا دوسری جگہ یوں ذکر فرمایا ہے:'' اور اگر کوئی قرآن ہو سکتا تھا جو مشکلات اور مخالفوں کے پہاڑ کو اڑا دے یا زمین کی (وسعت) کو کاٹ کر (کم کر) دے یا جس کی وجہ سے (روحانی) مردے جاگ اٹھیں (تو وہ یہی قرآن ہے کیونکہ اس کا نازل کرنے والا وہ) اللہ ہے جس کے اختیار میں سب کچھ ہے''

قرآن کریم کو دنیا میں پہنچا کر ہم ایک تاریخی اور عالمگیر روحانی و اخلاقی انقلاب لا سکتے ہیں اور گمراہ دنیا کو ہلاکت کی راہ سے بچا کر دنیا و آخرت کی فلاح کی راہ پر ڈال سکتے ہیں۔کیا اس سے بڑھ کر کوئی مفید اور اہم کام ہو سکتا ہے۔میری دعا ہے کہ اس تڑپ کو جو آج ہمارا امام ہمارے دلوں میں قرآن کریم کے لئے پیدا کرنا چاہتا تھا۔ہم اپنی زندگیوں کا مقصد بنالیں اور ہمارا ہر فعل قرآن کے عین مطابق ہونے لگے۔آمین

☆☆☆☆

ہم کون ہیں

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

ہم کون ہیں؟ اس کا جواب تو وہ ہے جو دوسرے لوگ دیں گے۔ اور یہ موٹے طور پر چار گروہ ہیں۔ عام مسلمان ہمیں کافر قرار دیتے ہیں اور ایسے پکے کافر کہ جب تک ہمارے کفر کا اقرار نہ کیا جائے کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ کافر ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور ایسے متعصب مسلمان جو اسلام کی حمایت میں دوسرے مذاہب پر سختی بھی کر جاتے ہیں۔ اور جو مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت ہے جن کی اغراض سوائے اشاعت اسلام کے کچھ اور نہیں۔ تعلیم یافتہ مسلمان ہمیں عقائد کی رو سے غلطی پر سمجھتے ہیں اور کام کے لحاظ سے اسلام کی بہترین کارکن جماعت سمجھتے ہیں ۔ ہمارے قادیانی دوست ہمیں اس وجہ سے تو فاسق قرار دیتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو خلیفہ نہیں مانا جس نے تمام روئے زمین کے کلمہ گوؤں کو کافر قرار دے کر کلمہ کو عملاً منسوخ قرار دیا اور اس وجہ سے مرتد قرار دیتے ہیں کہ ہم بانی سلسلہ احمدیہ کو نبی نہیں مانتے۔

گروہِ اوّل یعنی عام مسلمانوں سے خطاب

گروہ اوّل کو تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایک کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان ہو سکتا ہے اور آپ لوگ بھی قادیانی جماعت کی طرح کلمہ کے عملاً منسوخ ہونے کے قائل نہیں تو ہم دن رات اس کلمہ کا اقرار کرتے اور اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور اگر صحیح حدیث کی رو سے جو شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی نماز پڑھے اس کے مسلمان ہونے کا عہد اللہ اور رسول نے دیا ہے تو ہماری مسجدیں قبلہ رخ بھی ہیں اور ہماری نماز بھی مسلمانوں کی نماز ہے۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے جو چاہے دیکھ لے۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کو ماننا مسلمان کے لئے ضروری ہے تو ہم آپؐ کے بعد نہ قادیانیوں کی طرح نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور نہ آپ کی طرح پرانے نبی کے آنے قائل ہیں اور صحیح معنی میں نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم یقین کرتے ہیں۔

دوسرے گروہ یعنی غیر مسلموں سے خطاب

دوسرے گروہ کو میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ ہماری ایک ہی غرض ہے تبلیغ اسلام لیکن یہ صحیح نہیں کہ ہم دوسرے مذاہب پر سختی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن کریم کی اس تعلیم کو کہ ہر قوم کے اندر نبی آئے اور اسی لئے دنیا کے تمام مذاہب اپنی اصلیت میں منجانب اللہ ہیں ہم نے ہی زندہ کیا اور جس صورت میں ہم ہر قوم کے بزرگ کے متعلق یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ اس قوم میں خدا کا فرستادہ مصلح تھا تو ہم سب بزرگان دین کی عزت کرتے ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے اسلام اور بانی اسلام کے متعلق دریدہ دہنی سے کام لیا انہیں بعض الزامی جواب دینے میں ہم نے سختی بھی کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ بھی اب ہمارے نبی کریم صلعم کا عزت سے نام لینے لگے ہیں۔

تیسرے گروہ یعنی تعلیم یافتہ مسلمانوں سے خطاب

تیسرے گروہ کو میں کہتا ہوں کہ وہ سوچیں کیا یہ ممکن ہے کہ جس جماعت کا قدم دین کی خدمت، اس کی حفاظت اور تبلیغ میں سب سے آگے ہو۔ اور اس غرض کے لئے وہ اعلیٰ درجہ کی قربانیاں کرے وہ عقائد میں گمراہ ہو یا صحیح عقائد سے عداوت رکھتی ہو؟ یا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ لوگ جو عقائد کے لحاظ سے صحیح رستے پر ہوں اور دین سے صحیح معنے میں محبت رکھتے ہوں۔ وہ اس دین کی حفاظت اور تبلیغ کے معاملہ میں مردوں کی طرح بے حس وحرکت ہوں۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ صحیح عقائد سے غلط اعمال پیدا ہوں، اور غلط عقائد سے اعلیٰ درجہ کے اعمال؟ یا یہ ہوسکتا ہے کہ اچھے

بیج سے خراب درخت پیدا ہوا اور خراب بیج سے اچھا درخت؟ کیا کبھی آم کے درخت پر تھوہر کا پھل دیکھا ہے یا تھوہر کے درخت پر آم دیکھے ہیں؟ پھر آپ کیوں اس گمانِ باطل میں ہیں کہ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم کافروں کو اسلام کی دعوت دیں۔ تعلیم اسلام پر اور رسول خدا پر جو حملے ہوں ان کا جواب دیں۔ قرآن کریم کے ترجمے کر کے ان لوگوں تک پہنچائیں جن کو آج تک صحیح رنگ میں اسلام کی تعلیم نہیں پہنچی۔ ان ملکوں میں مسجدیں بنوائیں جہاں آج تک اللہ اکبر کی آواز بلند نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کو اسلام میں داخل کریں جو اسلام کے بدترین دشمن سمجھے جاتے ہیں۔ اور عقائد کے لحاظ سے ہم باطل پر ہوں۔ یہ کیوں اس گمانِ باطل میں ہیں کہ باوجود صحیح عقائد پر ہونے کے آپ کو خدمت دین کی توفیق نہیں ملتی۔

اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کے لئے قربانی کرنے کی توفیق نہیں ملتی؟

اصولی طور پر عقائد میں کوئی اختلاف نہیں

غور کیجئے عقائد تو وہ درست ہوں گے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔ ہم میں اور آپ میں عقائد کا کیا فرق ہے؟ خدا کی توحید کے آپ بھی قائل ہیں ہم بھی۔ قرآن کے منجانب اللہ ہونے کے آپ بھی قائل ہیں ہم بھی۔ آنحضرت صلعم کی نبوت کے آپ بھی قائل ہیں ہم بھی۔ اصولی طور پر تو یہی باتیں ہیں اور یہی عقائد اسلامی کی بنیاد ہیں۔

ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کیوں مانتے ہیں

ہاں ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اس صدی کا مجدد مانتے ہیں آپ نہیں مانتے۔ تیرہ صدیوں کے مجدد آپ بھی مانتے ہیں ہم بھی مگر چودھویں صدی میں آپ کسی کو مجدد نہیں مانتے۔ ہم اس میں بھی مجدد کا آنا مانتے ہیں۔ اب آپ خود غور کر لیں کہ اگر تیرہ صدیوں کے مجددین کا ماننا صحیح عقیدہ ہے تو چودھویں صدی کے مجدد کا ماننا بھی صحیح عقیدہ ہونا چاہیے۔ اور اگر پہلے مجددین کا انکار گمراہی ہے تو چودھویں صدی کے مجدد کا انکار بھی گمراہی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کو ماننے کے نتائج

اور گمراہی کس چیز کا نام ہے صحیح رستہ گم کر دینے کا۔ وہ رستہ گم کر دینے کا جس پر چل کر انسان کا ایمان ترقی کرے۔ اس کے دل میں خدا اور رسول کی محبت پیدا ہو۔ اور ترقی کرے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو چودھویں صدی کا مجدد مان کر ہمارے دلوں میں خدا اور رسول کی محبت نے ترقی کی ہے جس کی بین شہادت وہ قربانیاں ہیں جو ہماری جماعت خدا اور رسول کے دین کے لئے اس کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اس کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے کر رہی ہے تو یقیناً ہم صحیح رستے پر ہیں۔ قربانی کسی چیز کے لئے وہی انسان کر سکتا ہے جس کی اس کے دل میں سخت ترین محبت ہو۔ اور خدا اور رسول کی محبت ہی حسب فرمودہ نبویؐ اصل ایمان ہے لا یومن احد کمہ حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ پس ہماری جماعت کی اللہ اور اس کے رسول کے لئے قربانیاں، اس کے دین کی تبلیغ کا جوش صاف بتاتے ہیں کہ اس جماعت کے دلوں میں مجدد کو مان کر، مجدد کا ساتھ دے کر خدا اور خدا کے رسول کی محبت نے ترقی کی ہے اور خدا اور رسول کی اس محبت کا پیدا ہو جانا ان کے زندہ ایمان کی دلیل ہے۔

ہمارے مخالفین کی حالت

اور اگر ان لوگوں کے دلوں میں جو ہم پر گمراہی کا فتویٰ دیتے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کے لئے یہ قربانی کا جذبہ موجود نہیں تو یقیناً ان کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی محبت کی کمی ہے اور اگر خدا اور رسول کی محبت کی کمی ہے تو یقیناً ایمان کی بھی کمی ہے اور اس کا علاج مجدد کے دامن سے وابستہ ہونے کے سوائے کچھ نہیں۔

آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں

آپ میں سے بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کام میں تعاون کے لئے تیار ہیں جو تم کر رہے ہو، بشرطیکہ تم مرزا صاحب کو چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کو چھوڑ کر ہم بھی آپ کی طرح نکمے ہو جائیں گے۔ ہاں آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ مرزا صاحب کے دامن سے وابستہ ہو کر آپ میں بھی اسلام کی وہی

روح اور وہی تڑپ پیدا ہو جائے گی جو ہماری جماعت میں ہے۔ پس سوچ لیں کہ اسلام کے لئے ان میں سے کون سی حرکت مفید ہے۔

شریعت کا ظاہری فتویٰ بھی ہمارے حق میں ہے

اگر شریعت کا ظاہری فتویٰ دیکھا جائے تو وہ بھی ہمارے حق میں ہے۔ مجدد کا آنا صحیح حدیث سے ثابت ہے اور اس حدیث کو بڑے بڑے اولیاء اللہ نے اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اگر وہ حدیث جھوٹی ہے جیسا کہ بعض بے باک کہہ دیتے ہیں تو پھر ایسے بزرگوں کو بھی جنہوں نے اپنے منجانب اللہ ہونے کی دلیل میں اسے پیش کیا ہے جیسے حضرت مجدد الف ثانیؒ نعوذ باللہ جھوٹا کہنا پڑے گا اب اگر چودھویں صدی کا اور کوئی مجدد آپ نہیں بتا سکتے۔ اور جس نے علی الاعلان دعویٰ کیا ہے اسے آپ گمراہ کہتے ہیں تو پھر خود سوچ لیں کہ گمراہ کون ہے؟

مسئلہ نزول مسیح

دوسرا نزول مسیح کا مسئلہ ہے جس پر ہم میں اور آپ میں اختلاف ہے۔ آج کون عقل مند ہے جو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ پھر نزول ابن مریم کی جو مسلمانوں کے عقائد میں داخل ہے۔ ماسوائے اس کے اور کیا توجیہہ ہوگی جو حضرت مرزا صاحب نے کی ہے یعنی اس امت کا ایک مجدد مسیح کی صفات کو لے کر اس امت میں ظاہر ہوا اور اس بات کو ہم مانتے ہیں اور دوسری طرف ایک کثیر حصہ علماء کا جیسے مولانا ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی وغیرہ اور مصر کے بڑے بڑے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں مگر وہ قدم آگے اٹھا کر یہ نہیں بتاتے کہ اب نزول ابن مریم کس طرح ہوگا کیا اس کی کوئی توجیہہ سوائے اس کے ہو سکتی ہے جو اس صدی کے مجدد نے کی ہے؟ ان کی خاموشی کی وجہ سے مسلمان گمراہ ہو رہے ہیں۔ کاش وہ جرات سے کام لے کر کلمۂ حق کہہ دیتے۔

چوتھا گروہ یعنی قادیانی حضرات

اب چوتھے گروہ کو لیجئے۔ انہوں نے اول ہمیں فاسق ٹھہرایا۔ اس لئے کہ ہم نے ایک ایسے شخص کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جو روئے زمین کے کل مسلمانوں کی تکفیر کرتا تھا۔

خلیفہ قادیان اور تکفیر المسلمین

اگر یہ سچ ہے کہ ایک کلمہ گو کی تکفیر بھی اتنا بڑا جرم ہے کہ وہ کفر الٹ کر خود مکفر پر پڑتا ہے تو جو شخص چالیس کروڑ مسلمانوں کی تکفیر کرے۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ اسے خلیفہ بنایا جائے؟ آپ لوگ تو اس بات کے قائل ہیں کہ یزید کی بیعت امام حسینؓ نے صرف اس لئے نہیں کی کہ اس میں کچھ ذاتی عیوب تھے اور امام حسینؓ حق پر تھے۔ پھر میں ایسے ہی ذاتی عیوب کے متعلق جو خود قادیانی جماعت کے بڑے بڑے افراد نے موجودہ خلیفہ پر لگائے ہیں کچھ نہیں کہتا لیکن مسلمانوں کی تکفیر جس سے اسلام کی جڑ پر تبر چلایا گیا ہے کیا یہ اتنا بڑا عیب نہیں کہ اس وجہ سے ہم ایسے شخص کی بیعت سے انکار کرتے ہیں حق بجانب قرار پائیں جو بیک جنبش محمد رسول اللہ صلعم کے تیرہ صدیوں کی کمائی برباد کر دیتا ہے۔

مسئلہ نبوت اور قادیانی حضرات

پھر ہمیں وہ مرتد بتاتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو نبی کا لفظ آنے والے مسیح کے متعلق آیا ہے حضرت مجدد کے الہامات میں جو یہ لفظ کہیں آ گیا ہے تو وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے اور اس سے مراد محض ولایت یا محدثیت ہے نبوت نہیں کیونکہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی اور آپ کے بعد دعوے نبوت کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور خدا کی لعنت کے نیچے ہے تو ایسا کہنے کی وجہ سے وہ ہمیں مرتد کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اور دعوے نبوت

لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر بالکل یہی بات حضرت مسیح موعود نے کہی تو وہ آپ کے حق میں کیا کہیں گے؟

کیا یہ سچ ہے کہ جب آپ پر یہ الزام لگا کہ آپ نے نبوت کا دعوے کیا ہے کفر کا فتوے لگایا گیا۔ تو آپ نے یہ لکھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد دعوے نبوت کرنے والے کو میں "بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (۱۸۹۱) اور یہ لکھا کہ "اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے" (۱۸۹۲ء) اور لکھا ہے:

''نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے''۔(۱۸۹۱ء)

پھر لکھا ہے: ''ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے''(۱۸۹۷ء)۔

لفظ رسول اور نبی سے حضرت صاحب کی مراد

لکھا ہے: ''رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا۔ اور نبی کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر پیش گوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ہے''(۱۸۹۶ء)

نبی اور رسول کے الفاظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں

اور پھر تحریر فرمایا کہ:

''نبی اور رسول کے الفاظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں''(۱۸۹۹)

پھر لکھا ہے: ''یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہیں''(۱۹۰۲)

اور پھر تحریر کیا ہے: ''ماعنی اللہ من نبوتی الاکثرۃ المکالمۃ ولعنۃ اللہ علے من ارادفوق ذالک''(۱۹۰۷ء)

اور یہ لکھا ہے کہ: ''سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز ش لا علی وجہ الحقیقۃ''

فاسق اور مرتد کے خطابات کا مستحق کون ہے؟

یعنی ابتدائے دعویٰ سے لے کر وفات تک وہی لکھتے رہے جو ہم کہتے ہیں۔ تو کیا یہ ایمانداری ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو یہ باتیں لکھ کر نبی بن جائیں۔ اور ہم وہی باتیں کہیں تو مرتد ہو جائیں۔ پھر سوچیں کہ حضرت مسیح موعود کی صریح تحریر کی رو سے محدثیت کا دعوے خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور نبوت کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ آپ خدا کے حکم کے منکر ہو رہے ہیں۔ پھر سوچیں کہ کیا آپ ''دلی ایمان'' سے یہ سمجھتے ہیں کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی پھر سوچیں کہ جس پر وحی آتی ہے وہ خود کہتا ہے کہ اس پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی۔ بلکہ وحی ولایت نازل ہوتی ہے۔ اور آپ نعوذ باللہ اسے جھوٹا ٹھہرا کر اس کی طرف وحی نبوت منسوب کرتے ہیں اور یوں ''تقوے اور دیانت'' کو چھوڑتے ہیں۔ پھر وہ آخر تک لفظ نبی کو مجاز اور استعارہ قرار دیتے اور اس کی حقیقت ہونے سے انکار کرتے ہیں اور آپ اسے حقیقت قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے مجاز اور استعارہ ہونے کے منکر ہیں۔ اب خود غور کریں کہ فاسق اور مرتد کے خطابات کا کون مستحق ہے؟

غرض ہمارے متعلق لوگ کس طرح پر غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور بالخصوص عوام الناس اور ان کے علماء ایک طرف اور قادیانی جماعت کے لوگ دوسری طرف جن میں سے اول الذکر ہمیں کافر قرار دیتے ہیں اور موخر الذکر فاسق اور مرتد، جو کافر سے کسی طرح کم نہیں اور یہ دونوں گروہ ایک لمحہ کے لئے اس کام کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے جو ہم کر رہے ہیں۔ ایک اتنی چھوٹی جماعت جو اپنی قلت کے لحاظ سے شاید ہی مسلمانوں میں اپنی دوسری نظیر رکھتی ہو خدا کے فضل سے اتنا بڑا تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دے رہی ہے کہ اس کی نظیر یقیناً مسلمانوں کے اندر نہیں۔ مئی ۱۹۱۴ء میں انتہا درجہ کی بے سروسامانی میں جب ہمارے ساتھ نہ کوئی جماعت تھی نہ ہمارے پاس کوئی جگہ تھی نہ کوئی مبلغ اور کارکن تھے اس کام کی بنیاد لاہور میں رکھی۔ اور پچیس سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کام میں برکت دی۔ جس کا مختصر سا خاکہ حسب ذیل ہے:

۱۹۱۷ء: لاہور میں ہائی سکول قائم کیا گیا۔

۱۹۱۸ء: قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مع متن و تفسیر شائع ہوا۔

۱۹۲۰ء: سیرت خیر البشر شائع ہوئی۔

۱۹۲۱ء: بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہائی سکول قائم ہوا۔

۱۹۲۲ء: برلن میں مسلم مشن قائم ہوا۔

۱۹۲۳ء: محمد دی پرافٹ پیغمبر صلعم کی سیرت انگریزی میں شائع ہوئی۔

۱۹۲۴ء: جاوا مشن قائم ہوا۔

۱۹۲۵ء: بیان القرآن اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر قرآن شائع ہوئی۔

۱۹۲۵ء: مسلم ہائی سکول کی عمارت اپنی بنوائی گئی۔

۱۹۲۷ء: برلن میں عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی۔

۱۹۲۹ء: قرآن کریم کو زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں میں پہنچانے کے لئے اس کی ایک ایڈیشن بلامتن شائع کی گئی۔

۱۹۳۳ء: صحیح بخاری مکمل مع ترجمہ وشرح شائع ہوئی۔

۱۹۳۴ء: انگریزی میں تاریخ خلافت راشدہ شائع ہوئی۔

۱۹۳۵ء: ڈچ زبان میں ترجمہ قرآن معہ متن وتفسیر شائع ہوا۔

۱۹۳۶ء: ریلیجن آف اسلام جس میں مذہب اسلام کے ہر پہلو پر مکمل و مدلل بحث ہے۔انگریزی میں شائع ہوئی۔

۱۹۳۹ء: ہالینڈ میں مسلم مشن قائم ہوا۔

۱۹۴۰ء: جرمن زبان میں ترجمہ قرآن معہ متن وتفسیر شائع ہوا۔

۱۹۴۳ء: دو لاکھ روپے کا فنڈ قرآن کریم کے نئے تراجم کے لئے قائم کیا گیا۔جس کی وجہ سے اس وقت حسب ذیل تراجم مکمل ہو چکے ہیں۔تامل، سندھی، گورمکھی اور اس کے علاوہ ایک ترجمہ کھاسی زبان میں اور ایک ملائی زبان میں مکمل ہو چکا ہے۔

۱۹۴۴ء: بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام کی توسیع کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اس کے لئے ایک الگ فنڈ قائم کیا گیا۔

۱۹۴۵ء: انگریزی مینوال آف حدیث شائع ہوئی جس میں مستند احادیث جو ایک مسلمان کی عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں مع ترجمہ ومتن وحواشی درج ہیں۔

۱۹۴۵ء: نیو ورلڈ آرڈر دس ہزار کی تعداد میں طبع کر کے مفت تقسیم ہوا۔جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اسلام کا ہی وہ نظام نو ہے جس پر آئندہ تہذیب انسانی کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

۱۹۴۶ء: نیو ورلڈ آرڈر اور محمدؐ دی پرافٹ کے عربی زبان میں تراجم شائع ہوئے۔اور ریلیجن آف اسلام کا ترکی زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔

۱۹۴۷ء: امریکہ میں سان فرانسسکو میں نیا مسلم مشن قائم کیا گیا۔

۱۹۴۸ء: کتاب لونگ تھاٹس انگریزی میں شائع ہوئی اور اس کا اردو ترجمہ اور مینوال آف حدیث کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔

۱۹۴۹ء: ووکنگ مشن جو اس وقت آمدنی کی قلت کی وجہ سے قریب تھا بند ہو جاتا۔اس کے اخراجات کی ذمہ داری انجمن نے لے لی۔

۱۹۴۹ء: قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کی بنیاد رکھ دی گئی۔

اب میں ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ اگر کوئی اور جماعت مسلمانوں میں ہے جس نے اسی پینتیس سال کے عرصہ میں اس قدر عظیم الشان تعمیر اسلامی کا کام کر دیا ہو۔تو اس کا نام بتایا جائے۔اگر نہیں تو میں نکتہ چینوں اور معترضین سے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ جس جماعت کے ساتھ اس قدر نصرت الٰہی ہو اور جس نے تبلیغ اسلام کی اس قدر مضبوط بنیاد رکھ دی ہو اس کے خلاف زبان کھولنے میں خدا کا خوف کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی میں اپنے احباب کو ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر دوسرے لوگوں کو ہمارے متعلق غلط فہمی ہو تو اس سے ہمارا اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا اس بات سے ہمیں نقصان پہنچتا ہے کہ ہمیں خود اپنے متعلق غلط فہمی ہو، بالفاظ دیگر ہم میں سے ایک ایک فرد کو اس بات کا پوری قوت کے ساتھ احساس نہ ہو کہ ہم کسی کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے بعض اصحاب ایسے ہیں جنہیں یہ احساس نہیں اور بدقسمتی سے یا شاید اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت ہی یہی ہے ان میں زیادہ اصحاب ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے زیادہ سے زیادہ دیا ہے۔کاش ان احباب کی نظر کے سامنے وہ نظارہ ہوتا جو حضرت مسیح موعود کو دکھایا گیا تھا۔

☆☆☆☆

جدوجہد اور عمل کے بغیر شریعت اور دین محض تصورات ہیں

از: محترمہ پروین چوہدری صاحبہ (ایم اے۔ بی ایڈ)

مسیح موعودؑ کی لگن رسول خدا اور ان کے دین کے ساتھ کیسی تھی؟ یہ موضوع اس انسانی فطرت کی نشاندہی کرتا ہے جو اس کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔ انسانی فطرت میں ہر کام کرنے کی لگن رکھی گئی ہے۔ جو اپنے انتہاء پر پہنچ کر عشق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ اور انسانی فطرت کی اس سے بہتر الفاظ میں شاید اقبال کے علاوہ ہو کوئی اور شاعر تصویر نہ کھینچ سکے۔ عشق نہ ہو تو شرع و دین بتکدہ تصورات معجزہ فن سے ہے خون جگر کی نمود۔ یعنی انسان جب تک پورے انہاک اور شعوری کوشش سے کوئی کام نہ کرے تو وہ کام پایہ تکمیل نہیں پہنچ سکتا۔ نہ صرف تکمیل نہیں پاتا۔ بلکہ اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے انسانی ذہن کو نچوڑ لیتا ہے۔ تب کہیں جا کر تسلی بخش صورت اختیار کرتا ہے۔ ایک فن کار اپنے فن کے مظاہرے میں اس وقت تک مصروف رہتا ہے جب تک کہ وہ شبیہہ کے مطابق چیز تیار نہیں کر لیتا۔ جو اس کا ذہن اپنے اندر بنا لیتا ہے۔

دنیا میں کسی بھی شعبہ ہائے فن کو لے لیجئے۔ چاہے وہ فنون لطیفہ ہوں یا سائنس اور ٹیکنالوجی ہر چیز اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے مسلسل محنت اور جدوجہد چاہتی ہے۔ یہی ان تھک محنت انسانی ذہن کو جلا بخشتی ہے۔ اور وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔

مسیح موعودؑ کا خدا اور اس کے رسول سے محبت اور عشق کی انتہاء دیکھ لیجئے۔ ساری عمر رسول سے عشق کی آگ میں لٹریچر پیدا کرتے رہے۔ عشق ایسی لگن کا نام ہے جو انسانی دل و دماغ میں آگ سی بھر دیتا ہے۔ یہ آگ سرد نہیں ہوتی بلکہ بجھانے سے اور بھڑکتی ہے۔ عقل اس کی راہ کی رکاوٹ بنتی ہے۔ اور ایسی گتھیاں سلجھانے میں لگی رہتی ہے جو سلجھنے کی بجائے اور بھی الجھ جاتی ہیں۔ مگر عشق ایک ہی جست میں تمام فاصلے طے کر لیتا ہے۔ ایک ہی جست میں طے کر گیا منزل تمام۔

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی۔ ابراہیم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلعم تک انبیاء کی زندگیوں پر قرآن روشنی ڈالتا ہے۔ گداز دلوں کے لئے یہ راستے آسان بن جاتے ہیں۔ اور ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ عشق رب جلیل کا عرش ہے۔ جو انسان کا مطمع نظر ہے۔ اسی انسان نے اس عرش کا نظارہ کیا ہے۔ جو خدائے ذوالجلال کی کرسی ہے۔ عقل اس زمین کی وسعتوں کو ناپتی رہ جاتی ہے۔ معراج سراپا عشق کی علامت تھا۔ یہ عشق کی ایسی انوکھی مثال تھی جس کی تاویل انسانی ذہن نہیں کر سکتا۔ خدا اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے انسان سے ایسا عشق کر لے اور پھر اس کی انتہا کر دے کہ اپنے سارے خدائی راز اپنے محبوب پر آشکار کر دے۔

صحابہ کرامؓ نے اسلام کی اس قدر سختی سے پابندی کیوں کی؟ جبکہ اسلام نے ابھی اپنی حقانیت ظاہر نہیں کی تھی۔ یہ ان کا محض رسول کی ذات سے عشق تھا۔ اور رسول کی ذات کے پردے میں خدا کی ذات ان کا مقصود تھی۔ ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب دلوانا بھی رسول سے محبت کی انتہاء تھی۔ اور عمرؓ کو فاروق کون بنا گیا۔ عمری دور کے بے نظیر فیصلے بھی رسول اور خدا کی ذات سے محبت کے مظاہرے ہیں۔ حضرت علیؓ کو دیکھ لیجئے ان کا وہ بچپن کا عزم صمیم دیکھ لیجئے جو آنحضور صلعم کی سب سے پہلی تبلیغی دعوت میں سامنے آیا تھا۔ جب آپ نے اپنے خاندان والوں کو اپنی بعثت کی اطلاع دی تھی۔ تو رسول کی ذات سے وہ بے پایاں عشق ہی علی کو تیرہ برس کی عمر میں ان کا ساتھی اور راز دار بننے پر اکسا تا رہا۔

عمر بن عبدالعزیز ان سے بہت بعد میں آئے۔ نسب نالے کے لحاظ سے عمر بن عبدالعزیز حضرت عمرؓ کے نواسے لگتے ہیں۔ مگر کردار میں ان کا ہو بہو عکس ہیں۔ ان میں بھی خدا کی ذات سے عشق جو بظاہر خوف بن کر ذہن میں آتا ہے۔ اس قدر عظیم سلطنت کا حاکم ہونے کے باوجود اپنے نفس کو ابھرنے نہیں دیتے۔ اور اپنی کمر

پر بھاری بوری اٹھا کر گلیوں اور بازاروں میں چکر لگاتے ہیں تا کہ نفس کو سرکشی سے باز رکھ سکیں۔

دنیا میں عظیم سائنسدان اور انجینئر گذرے ہیں ۔ کیا انہوں نے صرف ناموری کے لئے اپنے کام سے عشق کیا۔ اور کمال حاصل کیا۔ یہ تو دنیا دار لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنے کام میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بزرگان دین چاہے وہ صاحبزادہ عبد الطیف ہو جو دین کے عشق میں کابل میں سنگسار کر دیئے گئے یا مولینا نور الدین ہوں جو قرآن کے عشق میں ناموری پا گئے ان کے ساتھ حضرت امیر قوم مولینا محمد علی کا عشق انہیں منصور القلم کا لقب دلوا گیا۔ خدا اور رسول کی ذات کے بعد قرآن کا عشق مولینا کے حصہ میں اس قدر آیا کہ ایک بے نظیر تفسیر لکھوا گیا۔ جس سے آج دنیا کا ہر ذی شعور انسان استفادہ تو ضرور حاصل کرتا ہے۔ مگر تعصب کی انتہاء کہ مولینا کا نام لینا گوارا نہیں کرتا۔

اب آیئے مسیح موعودؑ کی طرف جن کو قرآن کے گرد گھومنے اور چومنے سے فرصت نہیں ملتی۔ اس قرآن کو انہوں نے کعبہ بنا رکھا تھا۔ کہ کسی طور ان کی زندگی میں قرآن کا علم دوسری اقوام تک پہنچا دیا جائے ۔ یہ عشق نہیں تو اور کیا تھا۔ محض دیوانگی تھی جو فرزانگی سے کہیں زیادہ خدا کے برگزیدہ بندوں میں ہوتی ہے۔

ہم نے مسیح موعودؑ کا دامن پکڑا ہے تو اپنے بچوں میں یہی لگن پیدا کریں۔ وہ تعلیم حاصل کریں تو کسی مقصد کی خاطر۔ وہ دنیا کے کسی بھی شعبے میں کام کریں مگر خدا اور اس کے رسول کی ذات کو مطمع نظر بنا ڈالیں۔ سیدھا راستہ آپ کو مسیح موعود نے بتا دیا ہے ۔ یہ بہت پرآشوپ دور ہے ۔ تعلیم کے ابتدائی دور میں جب پرآشوپ لفظ پڑھتے تھے تو مطلب واضح نہیں ہوتا تھا۔ اب شعور نے آگہی حاصل کی ہے تو روز روشن کی طرح یہ لفظ واضح ہو گیا ہے ۔ احمدیت کی مخالفت جتنی مجدد اعظم کے دور میں کی جاتی ہوگی۔ اب اس سے بھی کچھ سوا ہو گئی ہے۔ یہ وقت استقامت دکھانے کا ہے۔ خدارا اپنے ذہن سے اس خوف کو نکال دیجئے کہ دنیا والے احمدیت کو تہہ تیغ کر دیں گے۔ سرکاری ملازمتیں نہ ملیں تو رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ رازق تو وہ رب رحیم ہے۔ جن کے ذمے ہر ذی روح کی بھوک کو ختم کرنا ہے۔ پھر ہم کیوں یہ پریشانی مول لیں۔ وہ آسمان والا اپنی ذمہ داری نبھائے ۔ ہم زمین والے اپنی ذمہ داریوں کو بیڑا اٹھائیں۔ اور اپنے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دیں۔ دنیا ہمارے منہ سے لقمہ بھی چھین لے تو ہم پھر بھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھائیں۔ اور فریاد سننے والے سے فریاد کریں۔

دنیا اس وقت گناہوں میں ڈوبتی جارہی ہے خاص طور پر پاکستان کے حالات تباہی کے گڑھے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ ایسی دلدل بنتی جارہی ہے جو ہر چیز کو اپنے اندر غرق کر لیتی ہے۔ کتوں کے بھونکنے سے قافلے اپنا راستہ نہیں چھوڑ دیا کرتے۔ ہمیں یہ ذمہ داری نبھانی ہے۔ جو ہمارے بزرگ اور مسیح موعودؑ ہماری جماعت کے کندھوں پر ڈال گئے ہیں۔ پگڑی پہن لینا آسان مگر اس کو اونچا رکھنا بہت مشکل ہے۔

اس تقدس کو بحال رکھیئے جو مسیح موعودؑ کے چہرے سے جھلکتا تھا۔ جس کو دیکھ کر گداز دل بے اختیار ان کی طرف جھک جاتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی آنکھوں میں جھانک لیتے تو ہمیشہ کے لئے اسیر ہو جاتے ۔ اپنے دلوں میں یہی گداز پیدا کیجئے ۔ یہ عشق کی آگ اپنے دلوں میں بھر لیجئے ۔ جو دنیا کی ہر باطل چیز کو خش و خاشاک کی طرح جلا کر راکھ کر دے۔ اپنے تن من کو رسول اور مسیح کی ذات میں جلا ڈالئے۔ مسیح موعودؑ کی جماعت بنے ہیں۔ ان کا دامن تھاما ہے تو ان کی شایان شان بن کر دکھایئے۔ دامن کو اتنی مضبوطی سے تھامئے کہ ساری دنیا کی قومیں آپ کا ہاتھ نہ چھڑا سکیں۔ اپنے آپ کو خاک کر ڈالئے تا کہ آپ کی خاک بھی ہوا کے ساتھ اڑے تو لوگوں کو، آنے والی نسلوں کو شہید عبد الطیف کی طرح آپ کی عشق کی داستان سنائے۔ کہ دین کے ساتھ عشق یوں کیا جاتا ہے۔ دین کے ایسے متوالے بن جایئے کہ سراپا قرآن بن جائیں۔ اور جب قیامت کے روز ہم خدا کے سامنے پیش ہوں تو خدا کا رسول بھی ہماری طرف مسکرا کر دیکھے کہ میرے بعد میرے بندوں نے میری امت ے خوب وفا نبھائی۔ اور میرے مسیح کے پیچھے یوں چلے ہیں کہ کشاں کشاں مجھ تک پہنچ گئے ہیں۔ خدا سے ہماری سفارش کریں کہ میرے بندوں کو میری محفل میں بیٹھنے کی اجازت دے ۔ یہ مسیح موعودؑ کے وصال کی محفل میں شریک لوگ اپنے دلوں میں اتنا گداز بھر لیں۔ اپنے نرم گوشے تلاش کریں کہ خدا کی تجلیوں کو اپنے اندر سمونے کا حوصلہ رکھتے ہوں ۔ اور لوگ اس روشنی کو ہمارے اندر پائیں تو ایک مقناطیس کشش کے ذریعے ہماری طرف کھنچتے چلے آئیں۔ مسیح موعودؑ کی تعلیم کو اپنے کردار اور اپنے عمل سے ظاہر کریں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔

اسلام میں عورت کا مقام

از: قاری فضل الٰہی صاحب (زیر تربیت مبلغ)

ترجمہ: ”جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے مرد ہے یا عورت وہ مومن ہے ہم یقیناً اسے ایک پاکیزہ زندگی میں رکھیں گے۔ اور ہم انہیں بہترین عمل کا جو وہ کرتے ہیں اجر دیں گے“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مرد ہو یا عورت دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے تم میں جو بھی اچھا عمل کرے گا وہ پاکیزہ زندگی گذارے گا اور ان کے بہتر عمل کا انہیں اجر دیا جائے گا۔ خواہ مرد ہے یا عورت دونوں کے لئے یکساں اجر ہے۔

مرد کو باپ کا درجہ دیا ہے جو کہ بلند درجہ ہے تو اس کے برعکس عورت کو بھی ماں کا درجہ دیا ہے اور یہ بہت بلند مقام ہے۔ اسلام نے عورت کو بلند مقام عطا کیا ہے۔ اگر اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کسی مذہب نے عورت کو یہ مقام نہیں دیا جو اسلام نے عورت کو مرتبہ اور مقام عطا کیا ہے۔

قبل از اسلام عرب میں عورت کا مقام کیا تھا؟

قبل از اسلام عرب میں عورت کو انتہائی ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا لڑکی کی پیدائش پر غم اور شرمندگی محسوس کرتے تھے اور بوجھ سمجھتے تھے۔

قرآن پاک نے اہل عرب کی اس طرح تصویر کھینچی ہے۔ ”اپنی قوم سے پوچھتا پھرتا تھا کیا میں اسے زندہ رکھوں یا زمین میں دفن کردوں“ (القرآن)۔ عورت کے لئے عرب میں رحم کا جذبہ نہ تھا اگر زندہ رکھتے تو حقوق سے بے دخل کر دیتے۔

ہندومت میں عورت کا مقام

اسی طرح ہندومت میں بھی عورت کو غلامی سے نجات نہیں ملی۔ ہندوستان میں ایک مشہور قانون دان گزرے ہیں جن کا نام ہے (منوراج) عورت کے بارے میں لکھتے ہیں: ”عورت بچپن میں باپ کے اختیار میں ہے بڑی ہو تو خاوند کے اختیار میں اور بیوہ ہو تو اولاد کے اختیار میں ہے“

عیسائیت میں عورت کا مقام

اور اسی طرح عیسائیت میں بھی عورت کو کوئی مقام نہ مل سکا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایام زندگی بنی اسرائیل میں کم گزرے ہیں اور اس طرح وہ عورت کے بہتر مقام کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ جہاں تک ان کا عورت کے ساتھ ذاتی تعلق تھا بہت اچھا تھا۔

لیکن اس کے بعد ایک پادری سینٹ پال گزرے ہیں انہوں نے اپنے ایک خط میں عورت کے متعلق لکھا ہے۔ عورت کے متعلق کہ عورت کو کیسا ہونا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں: ”عورت کو چپ چاپ تابعداری سے رہنا چاہیے۔ سوال نہیں کرنا چاہیے اور نہ تعلیم حاصل کرنی چاہیے اور نہ تعلیم دینی چاہیے۔ عورت مرد پر حکومت نہیں کر سکتی کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا ہے اور اس کے بعد حوا کو آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں شامل ہوگئی۔

آپ نے اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں جو عورت کا مقام سنا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کو بلند مقام عطا کیا ہے۔ کامیابی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے انسانو ں ہم نے تمہاری ایک اصل سے پیدائش کی ہے“۔ درجہ اس کا بڑا ہے جو عاجزی اختیار کرتا ہے۔ قرآن پاک میں جو معیار ہے وہ تقویٰ ہے جو بھی اس معیار پر پورا اترے گا تقویٰ کرنے والا مرد ہو یا عورت اجر صرف اسی کے لئے ہے کوئی تفریق نہیں ہے۔

اگر عورت تقویٰ کرتی ہے تو اس کے لئے اجر ہے اور اگر مرد تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے اجر ہے۔

عورت گھر میں بچوں کی تربیت کرتی ہے اور بچوں کو اخلاق سکھاتی ہے جس سے وہ کامیاب زندگی کا سفر کرتے ہیں ۔ اسلام نے جو مقام مرد کو دیا ہے وہ ہی مقام عورت کو بھی دیا ہے ۔ اگر مرد کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے تو عورت کی طرف بھی وحی کی ہے۔قرآن پاک میں ہے ترجمہ: ''ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی ہے'' دوسری جگہ پر قرآن پاک میں ہے ترجمہ: ''ہم نے مریم یعنی عیسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی ہے''

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرد نبی ہوسکتا ہے عورت نبی کیوں نہیں ہوسکتی دیکھیں مصائب برداشت کرنے کے لئے مرد باہر جاسکتا ہے ایک شہر سے دوسرے شہر میں تبلیغ کے لئے جاسکتا ہے ۔ نبی مصائب برداشت کرتے ہیں ۔لیکن عورت کو خدا تعالیٰ نے نبی اس لئے نہیں بنایا کہ وہ نازک ہے مشکلات برداشت نہیں کرسکتی ۔

انبیاء کو لوگ مجنوں کہتے ہیں پتھر مارتے ہیں ظلم کرتے ہیں ۔ اور نبوت کا بوجھ بہت بڑا ہے جو عورت کے بس کا نہیں ہے ۔لیکن وفاداری میں دونوں برابر ہیں ۔ اسلام کی تعلیم کا اصول ہے کہ مرد اور عورت دونوں برابر ہیں ۔

اللہ تعالیٰ طاقت کے مطابق بوجھ ڈالتا ہے ۔عبادات میں دونوں برابر ہیں ۔ اور خدا تعالیٰ کے دربار میں دونوں کو اجر برابر ملتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے صرف جسمانی لحاظ سے دونوں میں فرق ہے ۔

عورت جسمانی لحاظ سے کمزور ہے اس لئے عورت کو نبی نہیں بنایا گیا جو کام رسولوں اور نبیوں سے خدا تعالیٰ لیتا ہے وہ مشکل ترین کام ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس بڑی ذمہ داری سے عورت کو بری الذّمہ رکھا ہے اس کے برعکس فرمایا ہے: ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے'' حدیث پاک میں ہے: ''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا آپؐ سب سے زیادہ کسے محبوب رکھتے ہیں تو فرمایا بیٹی فاطمہ کو آپؐ نے فرمایا جو اسے دکھ دیتا ہے وہ مجھے دکھ دیتا ہے ۔تو اسلام نے عورت کو بلند مقام عطا کیا ہے ۔عورت کا وراثت میں بھی حصہ مقرر کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ترجمہ: ''مردوں کے لئے دو حصّے (جو ان کے) والدین نے چھوڑا ہے اور عورتوں کے لئے اس سے ایک حصہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ایک مقرر حصہ ہے''

اللہ تعالیٰ نے عورت کو کسی جگہ بھی کم تر نہیں رکھا ۔ بلکہ واضح کر دیا کہ عورت وراثت میں بھی حصہ دار ہے جو کہ بڑی نعمت ہے اس سے انسان آزادی محسوس کرتا ہے کیونکہ یہ اس کی ملکیت ہے والدین محنت کرتے ہیں اور ورثہ چھوڑتے ہیں تو یہ بچوں کے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے ۔مردوں کو اگر حصہ ملے گا تو عورت کو بھی ملے گا ۔

اور جو وراثت کا قانون خدا تعالیٰ نے بنایا ہے اس میں بیوی خاوند کی وراثت کی حق دار ہے اور ماں باپ کے ورثہ میں بھی حصہ دار ہے ۔اور عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اپنی جائیداد کو جس طرح چاہے خرچ کرے تو ان تمام پہلوں کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کہیں بھی کم درجہ نہیں دیا بلکہ برابری دی ہے اور عورت کو گھر کی زینت کہا اور جس طرح مرد کو بلند مرتبہ اور مقام عطا کیا ہے اسی طرح عورت معاشرے میں بلند مرتبہ اور مقام رکھتی ہے ۔

اسلام نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا ہے ۔ حدیث پاک میں آتا ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: ''تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہے ۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

''یہ مت سمجھو کہ عورتیں ایسی چیز ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر جانا جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک نہیں ہے دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہے نہ یہ کہ ادنی سی بات پر اسے مارے اور اس پر ظلم و ستم کرے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ عمدہ سلوک کر کے دکھایا ہے ۔

جنگ حنین کا واقعہ ہے

قیدیوں میں آپؐ کی رضائی بہن شیما بھی تھی ۔ اسے آپؐ کے سامنے لایا گیا ۔ آپؐ نے جب اپنی رضائی بہن کو پہنچانا تو فوراً اپنی چادر بچھا دی اور نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ اس پر بٹھایا ۔

کس قدر پاسداری ہے آپؐ کے دل میں حقوق کی یہ کوئی حقیقی بہن نہیں مگر آپؐ اتنی عزت کرتے ہیں کہ حقیقی بہنوں کی بھی اتنی عزت دنیا میں کوئی نہیں کرتا ۔

تقریب ''وصال مسیح موعود علیہ السلام'' (پشاور)

ازقلم: صاحبزادہ سید لطیف صاحب

12 جون 2011ء بروز اتوار جامع پشاور میں یوم مسیح موعودؑ منایا گیا۔ جس میں مقامی جماعتوں کے احباب اور خواتین اور بچوں کے علاوہ احباب جماعت لاہور بشمول عہدہ داران شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر جناب رضا سعادت صاحب کے علاوہ دیگر ممبران نے بھی تقریب کو چار چاند لگائے۔اس کے علاوہ احباب جماعت راولپنڈی اور سرائے نورنگ (بنوں) نے بھی کافی تعداد میں شرکت کی۔اور اس روح پُرور تقریب کو مزید رونق بخشی۔

تقریب کا آغاز جناب افضال احمد صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جناب طیب اسلام نے پڑھ کر سنائے۔اس کے بعد تبسم منظور صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کا کلام ترنم سے سنایا ''یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی''۔جس کو حاضرین نے بے حد پسند کیا۔اس کے علاوہ علیم الدین صاحب نے بھی کلام مسیح موعودؑ سنایا۔جو بہت پسند کیا گیا۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محی الدین صاحب واعظ نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔جناب صاحبزادہ ظہور احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے کردار اور اسلام اور رسول کریم صلعم پر مکمل ایمان اور موجودہ حالات کے تناظر میں خوب روشنی ڈالی۔جس کو سامعین نے بے حد سراہا اور پسند کیا۔ جناب ظہور الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں احمدیت کی برکت کے وہ کرشمے دکھائے کہ سب احباب دنگ رہ گئے۔اس تقریب میں جناب قاری ارشد محمود صاحب کی تقریر بھی قابل تعریف تھی جس سے سامعین کے ایمان میں کافی اضافہ ہوا۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر جناب رضا سعادت صاحب نے بچوں کی چھٹیوں کے دوران جامع احمدیہ پشاور میں سمر سکول شروع کرنے کا جس کا آغاز 16 جون 2011ء سے ہوگیا۔کافی تفصیل سے ذکر کیا اور بچوں کو اس میں شامل ہونے پر کافی زور دیا۔

جناب صاحبزادہ محمد حلیم صاحب صدر جماعت احمدیہ (لاہور) شاخ پشاور نے بھی ایک سحر انگیز تقریر کی۔آپ نے بتایا کہ جب آپ کے والد بیماری کی حالت میں بستر پر پڑے تھے تو ایک رات چار پائی سے گرے تھے اور زمین پر پڑے تھے۔ میں دوسرے کمرے میں سو رہا تھا کہ اچانک مجھے کسی نے جھنجھوڑا اور زور دیا کہ اٹھ جاؤ آپ کے والد زمین پر گرے پڑے ہیں۔اور آپ آرام سے سو رہے ہیں۔ میں ڈر گیا اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔جب دیکھا کہ دروازہ تو بند ہے میں کس طرح اندر جاؤں گا کہ اس دوران دروازہ اچانک کھل گیا اور میں اندر چلا گیا اور اپنے والد صاحب کو زمین سے اٹھا کر چار پائی پر لٹایا۔میں آپ لوگوں کی معلومات کے لئے بتادوں کہ میرے والد صاحب کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ سے بے حد عشق تھا۔جس کو میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ان کو باقاعدہ سچے خواب آتے اور سچے الہام ہوتے تھے۔جو ہمیشہ سچ ثابت ہوتے تھے۔میرا دل چاہتا ہے کہ میں مزید ان کی زندگی کے حالات بیان کروں لیکن وقت اور یہ موجودہ گرمی مجھے اجازت نہیں دیتی اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ پھر کسی وقت بیان کروں گا۔

اس کے بعد جناب طیب اسلام صاحب مبلغ جامع پشاور نے حضرت مسیح موعودؑ کے علم الکلام کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

تقریب کے اختتام پر جناب سردار علی صاحب جو کہ جماعت سفید ڈھیری کے سیکرٹری اور نہایت پرہیز گار انسان ہیں احباب کو تلقین کی کہ اس موجودہ مشکل حالات میں آپس میں بھائی چارے کو قائم رکھیں اور احمدیت پر ڈٹ کر رہنے کی تلقین کی اور پروگرام کے اختتام پر دعا کروائی۔

اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی۔نماز کے دوران اتنے لوگ جمع تھے کہ مسجد میں پاؤں رکھنے کی گنجائش نہیں تھی۔احباب نے راستے میں جائے نماز بچھا کر نماز ادا کی۔آخر میں شرکاء کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا اور اس طرح یہ تقریب خیریت وعافیت سے اختتام پذیر ہوئی۔

صاحبزادہ سید لطیف

سیکرٹری احمدیہ انجمن (پشاور)

تقریب وصال مسیح موعودؑ

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

مورخہ 26 مئی بروز جمعرات جامع دارالسلام میں ''یوم وصال مسیح موعودؑ'' کی تقریب منعقد ہوئی۔ شام 5 بجے سے ہی لوگ جوق در جوق مسجد میں آنا شروع ہو گئے۔ 5:30 بجے نماز عصر ادا کی گئی اس کے بعد تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ تلاوت قرآن مجید عثمان احمد صاحب نے کی۔ اس کے بعد مقررین میں جناب عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن) نے بڑے ہی موثر انداز میں حضرت صاحب کی گرانقدر دینی خدمات کا جائزہ پیش کیا۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی معرکتہ الارا کتب کا ذکر کیا اور دیگر مذاہب کے اسلام پر اعتراضات کا جواب اور مختلف مباحث میں حضرت صاحب کے شاندار فتح کا خاکہ پیش کیا۔ دیگر مقررین میں قاری ارشد محمود صاحب، پروفیسر اعجاز احمد صاحب اور احمد شجاع صاحب نے مختلف پہلوؤں سے حضرت صاحب کی زندگی پر روشنی ڈالی۔ اور حضرت صاحب کے ساتھ اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت مسیح موعودؑ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور آپ کی پرنور زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے۔ اور بڑے ہی دلسوز انداز میں اپنی جماعت، ملک اور قوم کے لئے دعا کروائی۔

یہ تقریب مرکزی انجمن اور مقامی جماعت احمدیہ لاہور دونوں کے اشتراک اور تعاون سے منعقد کی گئی۔ میں ان تمام کارکنان انجمن کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں اپنی توانیاں صرف کیں۔

اس تقریب کے اختتام پر ہمارے مبلغ جناب محی الدین صاحب کا نکاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھوں انجام پایا۔ ہم جناب محی الدین صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

چوہدری ریاض احمد

صدر، مقامی جماعت احمدیہ لاہور

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کا دورہ

پشاور جماعت

11 جون 2011ء کو شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے وفد نے پشاور، سرائے نورنگ جماعت کا دورہ کیا۔ یہ وفد تین افراد طیب آفتاب (خازن شبان الاحمدیہ)، تنویر شاہد (جائنٹ سیکرٹری) اور رضا سعادت (صدر شبان الاحمدیہ) پر مشتمل تھا۔ پشاور پہنچنے پر ہمارا استقبال طیب اسلام اور ایاز صاحب نے کیا اور ہمیں کھانا کھلانے ''نمک منڈی'' لے گئے۔ کھانے کے بعد ہم تھوڑی چہل قدمی اور آرام کے لئے مسجد میں چلے گئے۔

12 جون 2011ء صبح 9 بجے جلسہ ''وصال مسیح موعودؑ'' کا آغاز ہوا۔ جس میں دوسری جماعتوں سے آئے ہوئے مہمانوں نے بھی شرکت کی۔ جن سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض طیب اسلام نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کا آغاز افضال احمد صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ اس کے بعد نوید احمد صاحب نے ایک تقریر کی۔ پھر ظہور الرحمٰن صاحب نے اپنے ذاتی تجربوں کے بارے میں حاضرین کو بتایا۔ طیب اسلام صاحب نے 2 تقاریر کیں۔ پشاور جماعت کے بچوں اور ایک بہن نے حضرت مسیح موعودؑ کا کلام پڑھ کر سنایا۔ پشاور جماعت کے صدر اور دوسرے ممبران نے بھی حضرت صاحب کی کتابوں کے بارے میں تقاریر کیں۔ جن سے ہمیں بہت اچھی اور مفید باتیں سننے کو ملیں۔ رضا سعادت صاحب (صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ) نے بھی ''جماعت کو بہتر بنانے میں نوجوانوں کے کردار'' پر خطاب کیا اور ان کو تربیتی میں آنے کی دعوت دی۔

جلسہ کے اختتام پر حاضرین کے لئے کھانے کا بھی انتظام کیا گیا۔ کھانے کے بعد شبان الاحمدیہ مرکزیہ وفد نے سفید ڈھیری جانے کا پروگرام بنایا جہاں ہمارا شاندار استقبال کیا گیا وہاں ہماری تواضع پُر تکلف چائے سے کی گئی۔ ہم سب نے وہاں باجماعت نماز ادا کی اور حضرت صاحب کی کتابوں کے بارے میں بات چیت کی۔

13 جون 2011ء کو وفد لاہور کے لئے واپس روانہ ہوا۔ آخر میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ خصوصاً طیب اسلام، ایاز بھائی، فہد اور دیگر احباب کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ جنہوں نے ہمارا ہر طرح سے خیال رکھا۔

حامد رحمٰن

سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

اٹھو تیار ہو باندھو کمر گر نوجواں تم ہو

از: محمد اعظم علوی

یہ سچ ہے باغِ عالم میں بہارِ جاوداں تم ہو
گل اسلام کی رنگینیوں کے پاسباں تم ہو
کلام پاک یزداں کے حقیقی ترجماں تم ہو
جہاں میں پیکر اسلام کی تاب و تواں تم ہو
جہانِ آرزو کے جسم و جاں روحِ رواں تم ہو

تمہاری سمت اٹھی ہیں نگاہیں اک زمانے کی
تمہی وہ شاخ ہو بنیاد ہے جو آشیانے کی
اٹھو کچھ فکر کر لو اپنے اپنے آب و دانے کی
گھڑی پھر آن پہنچی ہے تمہارے آزمانے کی
اٹھو تیار ہو باندھو کمر گر نوجواں تم ہو

افق کو چیر کر نکلے تھے تم مہرِ مبیں بن کر
شفق کے خون میں تیرے تھے تم درثمین بن کر
بھلا یہ پردہ داری کب روا ہے دلنشیں بن کر
تمہیں عالم کی نظریں ڈھونڈتی ہیں خوردبین بن کر
فلاح و فوزِ ایماں جس میں ہے وہ داستاں تم ہو

تباہی پھر سے ہے گھیرے ہوئے اقوامِ عالم کو
ہلاکت یک بیک چونکا رہی ہے ابنِ آدم کو
خداوندانِ یورپ بھول بیٹھے اپنے دم خم کو
ہیں گرد کارواں میں ڈھونڈتے زخموں کے مرہم کو
تسلی دو انہیں اٹھ کر کہ میرِ کارواں تم ہو

جہالت ڈھونڈتی پھرتی ہے اب تصویر خالق کی
رضا جو ہوگئی مادہ پرستی آج رازق کی
وراثت میں تمہیں آئی ہے وہ میراث سابق کی
حکایت ہے سکوتِ شام میں جو صبحِ صادق کی
اٹھا کر پردہ دکھلا دو کہ نورِ کن فکاں تم ہو

تعجب ہے کہ ایسے وقت میں تم پر ہو خاموشی
کرو کچھ ہوش کی باتیں نہیں اچھی یہ مدہوشی
سکھاؤ بزمِ عالم کو نئے انداز مے نوشی
جہاں میں کچھ نہیں جز جاں فروشی و جہاں کوشی
عمل سے دو ثبوت اس مصلحت کے رازداں تم ہو

ھمارے عقائد

ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب

۱۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیینؐ مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ: ''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا''۔ (نشان آسمانی ص ۲۸)

''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہوا اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۳۳۳)

''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی''۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص ۳۳۳)

''ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں''۔

۳۔ ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں اور نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ ''ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے''۔

۵۔ ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کو اسلام کے ان ارکان سے مانتے ہیں جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۶۔ ہم تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاتے ہیں۔

۷۔ ہم تمام صحابہ کرام، تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۸۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ ''جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے ای ترک فرائض اور اباحت کی بناڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے''۔

۹۔ ہم سب ارشاد بانی سلسلہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام مہنیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجتماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض سمجھتے ہیں۔